جلد

نظارۂ پرستان

ترجمہ مسٹریز آف لندن (آخری سلسلہ)

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے

عزد حسن - باپ کا قاتل - خونی تلوار - فسانہ لندن - گردش آفاق

مصنف | مترجم

جارج ڈبلیو - ایم - رینالڈس | تیرتھ رام فیروزپوری

اس دفتر سے منشی تیرتھ رام صاحب کے نئے ناولوں کا ایک ماہوار سلسلہ جاری ہے

عہ سالانہ قیمت بھیجکر مستقل خریداری فرمائیے

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ - نولکھا - لاہور

صرف سروشتی گلاب الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام پیارے لال پرنٹر پبلشر چھپا

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول پیری سیا ئڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب بلہوری کے قلم سے

کیا یہ بتانیکی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے؟

باپ اپنے چھوٹے بچہ کو زانو پہ بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چمکیلے اور گھومے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافر دولت کما سکوں۔ اسی فکر میں اسکی ساری زندگی بسر ہوتی ہے یہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس محبت بھرے دل میں خنجر بھونک دیں جو ہر وقت اسی کیلئے فکرمند اور مضطرب رہتا تھا۔ ہائے کیا فطرت انسانی اس حد قابل نفرین ہو سکتی ہے

نہایت زوردار۔ بڑا پُر درد غایت درجہ سبق آموز۔ مکمل ۲ جلدیں ۵۱۶ صفحے قیمت للعہ

خونی تلوار

رینالڈس کے بےنظیر تاریخی ناول میسکر آف گلنکو کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر مبنی ہے۔ جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہولناک واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ پوچھئے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔

گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادونگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔ حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ مکمل ۵۰۰ صفحے قیمت تین روپیہ

لال برادرس، پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

اگر آپ اب تک ہمارے اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو پھر کا منی آرڈر بھیجکر اب بن جاؤ۔
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی

بیسویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے سب سے زبردست ناول کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ خونی تلوار۔ وطن پرست

سنہ ۱۹۲۵ء

لال برادرس

دھلی

ہیڈ آفس ۱-۷۔ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

اشاعت اول

قیمت عہ

نظارہ پرستان

بیسویں جلد

باب ۔ ۱۲۶

انکشاف

وہ رات سر فریڈرک لیتھم نے سخت قلق و اضطراب میں بسر کی۔ آخر جب ستاروں نے آنکھوں میں ڈبڈبا کر دامن سحر میں منہ چھپایا۔ تو اس نے معمول سے بہت پہلے بیدار ہو کر نوکر کو کوخس آف فورڈ کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ یوں اسے اپنی خوشدامن کی ذرا بھی تشویش نہ تھی۔ کیونکہ خیالات کی موجودہ حالت میں اس کے لئے اس کا مرنا جینا برابر تھا۔ مگر قاصد کی روانگی میں یہ مصلحت نظر آئی کہ اس ذریعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ انسٹیشیا کس وقت گھر آئے گی یا ماں کی بیماری کے باعث میکے رہنے پر مجبور ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد نوکر لیڈی انسٹیشیا کا رقعہ لیکر واپس ہوا جس میں بجائے پرسش کا شکریہ ادا کرنے کے یہ لکھا تھا کہ ماں کی حالت پہلے سے بہتر ہے خطرہ گذر گیا اور میں سہ پہر کے دن کے لنچ کے وقت واپس آنے کی امید رکھتی ہوں۔ اس خط کی وصولی پر سر فریڈرک نے ایک اور رقعہ اپنے سالے لارڈ رسٹبروک کے نام لکھا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام کے لئے آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ ٹھیک ۲ بجے ٹیوڈر ہوس میں تشریف لائیے۔ یہ خط بھیج کر وہ اس تجویز کو جو اس نے سوچ رکھی تھی اور زیادہ پختہ کرنے کے لئے باغ میں نکلا۔

واضح ہو کہ لارڈ رسٹبروک اپنے والدین سے جدا شہر کے ایک اور فیشنبل حصہ میں رہا کرتا تھا۔ اسے چونکہ ماں کی بیماری کا حال بالکل معلوم نہ تھا۔ اس لئے مکان پر جا کر انسٹیشیا سے ملنے اور اس کے ہمراہ ٹیوڈر ہوس جانے کی بجائے وہ اپنی فٹن پر سوار ہو کر سیدھا ٹیمپل کو روانہ

ہوا حسن اتفاق سے اسکی سواری بہن کی گاڑی سے کوئی پانچ منٹ پہلے ٹیوڈر ہوس پہنچی۔ اور سر فریڈرک لیتھم جو باغ کے کنج میں چھپا ہوا سب حال دیکھ رہا تھا۔ بی بی اور سالے کے ایک ہی وقت وارد ہونے کے واقعہ سے بہت خوش ہوا۔ کیونکہ دونو سے جدا جدا ذکر کرنے کی بجا ایک ہی وقت ایسا کرنا بہرحال بہتر تھا۔

وائیکونٹ نے جس کا گنہگار ضمیر صدہا تفکرات اور اندیشے پیدا کر رہا تھا۔ یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی کہ وہ کونسا ضروری کام ہوگا جس کے لئے مجھے خاص طور پر بلایا گیا ہے۔ لیکن سیکڑوں قیاسات میں سے ایک پر بھی طبیعت نہ جمی۔ فٹن سے اترتے ہی اس نے نوکروں سے دریافت کیا سر فریڈرک کہاں ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ مالک کسی کام پر باہر گئے ہیں مگر کہہ گئے تھے کہ ٹھیک ۲ بجے واپس آجائیں گے۔ لارڈ رشبروک ابھی دروازہ کی سیڑھیوں پر کھڑا کچھ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ بہن کی گاڑی بھی آپہنچی۔ اس نے اسے سہارا دے کر اتارا اور اس کی زبانی بار اول معلوم کیا کہ ایک دن پہلے ماں کی بیماری نے خطرناک حالت اختیار کر لی تھی۔

"سر فریڈرک نے مجھے خط لکھ کر ٹھیک ۲ بجے بلایا تھا" اس نے بہن سے کہا۔ "لکھا ہے مجھے تم سے ایک نہایت ضروری معاملہ پر گفتگو کرنا ہے۔ اب میں حیران ہوں وہ کونسا کام ہوگا جس کے لئے انہوں نے اتنی تاکید کی۔"

"بھائی میں اس کا کیا جواب دے سکتی ہوں" انسٹیشیا نے کہا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ سے وہ کاروباری معاملوں کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ خیر آؤ۔ ابھی سارا حال معلوم ہو جائے گا۔ امید ہے وہ اپنے دفتر میں ہوں گے۔"

"نہیں وہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔" لارڈ رشبروک نے جواب دیا۔ "نوکر سے معلوم ہوا کہ ٹھیک ۲ بجے واپس آئیں گے۔ اور ابھی ۲ میں دس منٹ باقی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی۔

"اچھا تو میں اتنے میں لباس تبدیل کر لوں" لیڈی انسٹیشیا نے کہا۔ "تم میری واپسی تک نیچے کھانے کے کمرہ میں ٹھیرو۔ رابرٹ کتنی خوشی کی بات ہے کہ ماں کی حالت بہتر ہو گئی۔ اور اب ان کی نسبت کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں۔ ورنہ کل رات تو انہی فکروں سے جان بھی جاتی تھی۔ کہ ان کے دشمنوں کا کیا حال ہوگا۔"

"حیرت ہے کہ مجھے اس بیماری کی خبر تک نہ دی گئی۔" رابرٹ نے لاپروائی سے کہا۔ "یا ممکن ہے

کوئی آدمی میرے نوکر سے کہہ گیا ہو اور وہی اطلاع دینا بھول گیا ہو۔"

انسٹیشیا نے بھائی کی طرف انداز ملامت سے دیکھتے ہوئے سرد آہ کھینچی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ اس کے دل میں عزیز رشتہ داروں کے لیئے ذرا سی محبت باقی نہیں رہی۔ اس کے بعد چپ چاپ اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔ یہاں اس نے لباس بدلا اور سنگار کیا۔ مگر غریب کو کیا خبر کہ غصہ اور جوش کا طوفان عظیم سر پر گھرا ہوا ہے جس کے رعد کا کڑکا عنقریب سنائی دیگا قریباً آدھ گھنٹہ بعد وہ ہر طرح آراستہ ہو کر اس کمرہ میں داخل ہوئی جہاں لنچ کا سامان چنا ہوا اور اس کا بھائی کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔

"لیڈی بھائی بھی آ گئے۔" رابرٹ نے یکایک پیچھے مڑ کر کہا "ابھی ابھی مکان میں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا تھا۔ مگر شاید انہوں نے دیکھا نہیں۔ انسٹیشیا بعض اوقات تمہارے شوہر کا مزاج کچھ عجیب رنگ اختیار کر لیتا ہے۔"

"مگر بھائی۔ تم پر تو انہوں نے ہمیشہ احسان اور سلوک ہی کیا ہے۔" خاتون نے ملامت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

"بے شک اس سے مجھے انکار نہیں۔۔۔ پر چپ وہ آ گئے۔"

اس وقت دروازہ کھلا اور سر فریڈرک کمرہ میں داخل ہوا۔ انسٹیشیا اس سے ملنے کو آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ چہرہ کی زردی اور انداز کی خشونت دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ لارڈ شروک نے بھی بہنوئی کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو وہ اندیشے جو اب تک مبہم حیثیت رکھتے تھے۔ بھیانک صورت اختیار کرنے لگے۔

لیڈی انسٹیشیا نے جب دیکھا کہ سر فریڈرک تپاک سے ملنے کی بجائے قہر آلود نگاہ سے باری باری بہن اور بھائی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تو آگے قدم نہ اٹھا سکی۔ اور وہیں کھڑی ہوئی انداز سے فکر سے کہنے لگی "نصیب اعدا مزاج تو اچھا ہے؟"

مہاجن نے آہستہ سے کواڑ بند کر لئے پھر کسی طرح کا جواب دیئے بغیر پہلے بیگم پھر سالے اور اس کے بعد پھر بیگم کی طرف دیکھا۔ اسکی نگاہ سے نفرت۔ حقارت۔ غصہ اور جوش ظاہر ہوتا تھا رشبروک کو تو ایسا معلوم ہوا کہ بہنوئی کی چشم آتشبار عنقریب جلا کر خاک سیاہ کر دے گی۔ اس نے جان لیا کہ کیش بکس کا راز فاش ہو گیا۔ اور مجھے اس انکشاف ہی کے لئے طلب کیا گیا ہے۔ انسٹیشیا کو یہ فکر ہوئی کہ شاید میڈم اینجلیک اور شیڈ بولٹ کی نسبت کوئی نئی بات ظاہر ہو گئی۔

تھوڑے وقفے کے بعد مہاجن نے سرد تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "تم تو بیٹھ جاؤ۔ مجھے بعض ایسی باتیں کہنی ہیں جو شاید کچھ طول اختیار کریں۔"

"مگر پیارے شوہر" لیڈی انسٹیشیا نے خوف سے کانپتے ہوئے دو قدم آگے بڑھ کر کہا "کس لئے آج آپ اتنی سرد مہری کر رہے ہیں؟ کیا بات ہے...؟"

"ہا! سرد مہری" مہاجن نے انداز حسرت سے کہا "کیا واقعی سرد مہری کرتا ہوں؟ خیر ذرا قصہ سن لو۔ کچھ عجب نہیں کہ تفصیل داستان کے ساتھ یہ سرد مہری گرمجوشی میں بدل جائے۔"

انسٹیشیا ان الفاظ کو سن کر بے جان وجود کی طرح کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور آنسوؤں کے گرم قطرے اس کے آتشی رخساروں پر بہنے لگے۔ لارڈ شیروک نے حالت اضطراب میں رومال نکال کر دونوں ہاتھ سے مروڑنا شروع کر دیا۔ مگر اس وقت اس کا چہرہ لاش کی طرح بے رنگ تھا۔

سر فریڈرک لیتھم نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر آہستگی سے کہا "تمہارے خطا وار ضمیر کا عکس تمہاری آنکھوں سے ظاہر ہے۔ دونوں جرم و خطا کی مجسم تصویر نظر آتے ہو۔"

ان الفاظ کو سن کر انسٹیشیا چونک گئی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "کیا؟ جرم!" پھر اس طرح پیچھے جھکی کہ معلوم ہوتا تھا بیہوش ہوا چاہتی ہے۔ اس کے رخسار آتشی رنگ زرد فام ہو گئے۔ ہجوم جذبات نے زبان بند کر دی۔ مگر پھر بھی حواس میں فرق نہیں آیا۔

"واہ! کیا تقدیر تھی کہ اس عالی شان خاندان میں شادی کا فخر حاصل ہوا جس کا ہر فرد بدتر مجرم اور گنہگار ہے۔" سر فریڈرک نے آتش ریز طنز سے کام لیکر کہا "میں خوش تھا کہ ایک امیر خاندان سے تعلق ہوا ہے۔ دوست احباب مجھے اس خوش نصیبی پر مبارکباد دیتے تھے۔ مگر جب غلط فہمی دور ہوئی۔ جب غرور کا پردہ آنکھوں سے ہٹ گیا۔ تو معلوم ہوا میں کتنا بے وقوف۔ ناعاقبت اندیش اور احمق تھا کہ اس سہو کا مرتکب ہوا۔ اب میں اس گھڑی پر لعنت کہتا ہوں۔ جب میں نے اپنے حلقہ کو چھوڑ کر ان امیروں سے تعلق پیدا کیا۔ جن سے اخلاق حسنہ کے معاملہ میں محتاج فقیر ہزار درجہ بہتر ہیں۔ لیکن خیر جو ہو چکا اب اسپر کف افسوس ملنا بے سود ہے۔ بہرحال یہ بات میں کسی طرح منظور نہیں کر سکتا کہ دنیا میری ہنسی اڑائے اور میں چپ رہوں۔ لوگ مجھے نشانہ تضحیک بنائیں اور میں پروا نہ کروں۔ لیڈی انسٹیشیا مجھے معلوم ہو گیا کہ ہمارا نباہ اب غیر ممکن ہے اسلئے ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔"

"علیحدہ!" انسٹیشیا نے حیرت سے چونک کر کہا۔ اور وہ اپنے شوہر کی طرف از حد

سے دیکھنے لگی۔

"ہاں علیحدہ" سرفریڈرک نے پُرسکون لہجہ میں جواب دیا۔ "تم نے مجھے سخت دھوکا دیا... تم نے میری... لیکن نہیں میں سخت گوئی پسند نہیں کرتا۔ میرے مطلب کو تم اچھی طرح سمجھتی ہو۔ اس لئے سمجھانے کی حاجت نہیں..."

"میرے خدا!" بدنصیب لٹیشیا نے رنج و حسرت سے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔ "بے شک میں مانتی ہوں میں نے آپ کو دھوکا دیا۔ میں اپنی خطاؤں کو تسلیم کرتی ہوں۔ مگر یہ سزا... یہ سزا بہت خوفناک ہے۔ اگر آپ مجھے ایسا سلوک کریں گے تو دنیا اور زیادہ ذلیل و حقیر تصور کرے گی۔ کیونکہ جو عورت اپنے شوہر سے جدا ہو۔ لوگ ہمیشہ اسکو شک و نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور سرفریڈرک"
اس کی آواز دردناک کراہٹ اور آہ و زاری میں دب گئی۔ اور چھاتی اس طرح متلاطم ہوئی گویا پھٹنا چاہتی تھی۔

لیکن صاحب کے سکون و استقلال میں اب بھی فرق نہیں آیا۔ بڑی آہستگی سے بیگم سے نظر ہٹا کر اس کے بھائی کی طرف دیکھا۔ پھر اسی سرد مہری کے لہجہ میں کہا۔ "لارڈ رشبرک آج سے ہمارا تعلق منقطع ملاقات موقوف۔ تمہارے لئے یہاں نہ آنے کا ایک معقول بہانہ موجود ہے۔ کیونکہ سوسائٹی کے دستور کے مطابق جس عورت کا اپنے شوہر سے بگاڑ ہو۔ اس کا بھائی ہمیشہ بہن کی طرفداری کرتا ہے۔ پس کوئی پوچھے تو تم بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہو۔ کہ بہنوئی نے میری بہن سے جو برا سلوک کیا ہے۔ اس کے باعث خود میں نے اس سے میل جول ترک کر دیا ہے۔ اور اطمینان رکھو میں تمہارے اس بیان کی تردید نہ کروں گا۔ مجھے پروا نہیں۔ دنیا مجھے ظالم سخت گیر اور بیرحم سمجھے۔ بہرحال میں نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے احمق اور قابل نفرت بیوقوف خیال کرے۔ جو کہ حقیقت میں میں ثابت ہو چکا ہوں۔"

"اُف! اُف!" لٹیشیا نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اس طرح پر تمہارا کام چنداں مشکل نہ ہوگا" سرفریڈرک ہیتھم نے بدستور سالے کو مخاطب کر کے کہا۔ "بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بے حیائی کے ناٹک میں تمہارا پارٹ سب سے سہل ہے۔ اور جب تک تم میری ہدایات کے مطابق کام کرو گے۔ میں بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارا راز میری زبان سے ہرگز فاش نہ ہوگا۔ مگر اتنا یاد رکھو کہ اگر تم نے سہواً یا انتقاماً کسی سے ایک لفظ بھی کہہ دیا۔ اور تمہاری بدولت دنیا صحیح حالات سے واقف ہو گئی۔ یعنی اگر تمہاری وساطت سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کتنا زبردست دھوکا کھایا اور اس شادی سے کس قدر رنج اٹھایا ہے۔ تو بخدا میں فوراً سب حال منکشف کر دوں گا۔ میں

کہہ دوں گا ۔ کہ میرے سالے لارڈ رشبروک نے میرے ہی گھر میں ایک بدکردار چور اور نقب زن کی طرح..."

انسٹیشیا اب تک فرطِ غم سے نڈھال اپنی کرسی پر چپ چاپ بیٹھی تھی ۔ ان الفاظ کو سن کر چونکی ۔ اور اس کے منہ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکلی ۔ اس نے مضطربانہ انداز سے پہلے اپنے شوہر اس کے بعد بھائی کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"چپ! خاموش!" وائیکونٹ نے جس کا چہرہ خوف، شرم اور اضطراب سے پیلا پڑ گیا تھا گھبرا کر اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے پہلے بہن کی طرف پرخوف نظروں سے دیکھ کر اس کے بعد بہنوئی سے التجائی لفظوں میں کہا۔ "واقعہ میں اس سخت کلامی کا مستوجب نہیں ہوں..."

کمینہ تو یہ چاہتا ہی تھا۔ اس ذریعہ سے اس مغرور امیر خاندان کی بے عزتی کر کے بہت خوش ہوتا تھا۔ ظاہری سکون برقرار رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "لارڈ رشبروک میں پھر کہتا ہوں کہ لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہنا ۔ دنیا مجھے تنگ دل اور جابر سمجھے ۔ پروا نہیں ۔ لیکن یاد رکھو ۔ انسان کسی حال میں بیوقوف کہلانا پسند نہیں کرتا ۔ اس لئے اگر تم نے مجھ سے بھی اصل حالات ظاہر کئے تو یاد رکھو میں فوراً اس راز کو الم نشرح کر دوں گا ۔ کہ دعوت کی رات تم نے میرے مکان پر..."

"رحم کیجئے سر فریڈرک رحم کیجئے" وائیکونٹ نے انداز ندامت سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں ہر جگہ مشتہر کر دوں گا ۔ کہ دعوت کی رات کو تم نے مہمانوں سے نظر بچا کر میرے کمرہ کا دروازہ کھولا ۔ اور..."

"بھائی... سر فریڈرک ۔ دیکھو میں ہاتھ جوڑتا ہوں..."

"اور میرے کئی سو پونڈ چرائے..."

"اف! اف!" یہ کہتے ہوئے رشبروک نیم بیہوشی کی سی حالت میں کرسی پر گر پڑا۔

"آہ! میں کیا سنتی ہوں؟" انسٹیشیا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر متوحش نظروں سے دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔ "سر فریڈرک... رابرٹ... سارا حال کہو ۔ یہ ماجرا کیا ہے؟"

صاحب جی کو یہ سوچ کر سخت تعجب ہوا کہ انسٹیشیا ڈھونگ کر رہی ہے یا حقیقتاً اس چوری کی شرکت سے بے قصور ہے ۔ بہرحال وہی سرد مہری کا لہجہ برقرار رکھ کر کہنے لگا ۔ "بیگم ماجرا فقط اس قدر ہے کہ جس رات میں نے تجوری کی کنجی تمہارے حوالہ کی تھی ۔ کہ تمہیں جس قدر روپیہ درکار ہو نکال لو..."

اس سے زیادہ سننے اور آپ کے اشاروں کو سمجھنے کے بغیر میں ایمان و خدا کو حاضر جان کر

سچ کہتی ہوں۔ کہ میں نے کنجی لینے کے بعد کیش بکس سے جو رقم نکالی وہ چھ سو پونڈ سے بھی کم تھی۔ اور گو میں نے باقی روپیہ گننے کی پرواہ نہیں کی۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ ابھی اس میں اس سے دوگنی یا تگنی رقم اور باقی تھی . . . ‘‘

’’مگر انسٹیشیا‘‘ سر فریڈرک نے جس کے شبہات نے اب اور زیادہ ترقی کر لی تھی۔ پریشانی کے لہجہ میں کہا ’’میں پوچھتا ہوں۔ تجوری کی کنجی تمہارے ہاتھ سے کیسے نکلی۔ اور تمہارے بھائی لارڈ رشبروک کے ہاتھوں تک کیونکر پہنچی؟‘‘

’’بھائی ان باتوں کو جانے دو۔ ان سوالوں میں کیا رکھا ہے؟‘‘ وائیکونٹ نے دو قدم آگے بڑھ کر کانپتا ہوا ہاتھ بہنوئی کے بازو پر رکھ کر اس کے چہرہ کو التجائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا

’’اف! یہ کیا اسرار ہے؟ رابرٹ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟‘‘ انسٹیشیا نے پریشانی سے پوچھا ’’ضرور کوئی خوفناک راز ہے جس کا حال میں اب تک نہیں سمجھی۔ سر فریڈرک آپ کنجی کا ذکر کرتے ہیں۔ آہ۔ اب مجھے یاد آگیا۔ جلسہ کی مصروفیتوں میں وہ اتفاقاً میری جیب سے گر گئی تھی۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہیں سے مل گئی۔ جہاں کھوئی گئی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا۔ روپیہ نکالنے کے بعد میں یہ کنجی بھی آپ کو دے رہی تھی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ کاش آپ اسی وقت لے لیتے۔ مگر رابرٹ یہ کیا معمہ ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تمہارے پاس اس کنجی کا کیا کام تھا؟‘‘

’’بس معمہ حل ہوگیا‘‘۔ سر فریڈرک لیتھم نے بار اول جوش ظاہر کرتے ہوئے کہا ’’تم کہتی ہو کنجی تم سے کھوئی گئی تھی۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد وہیں پڑی ہوئی مل گئی . . . ‘‘

’’اُف! اُف!‘‘ بدنصیب رشبروک نے شرم سے گردن جھکا کر کہا۔ لیکن ایک لمحہ بعد وہی رندانہ لاپروائی اختیار کر کے جس کا عادی تھا۔ اس نے کہا ’’مگر بھائی جان اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ آپ میرے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس لئے میرا مال سو میرا مال اور آپ کا مال سو میرا مال۔ میں نے ضرورت کے لئے روپیہ نکال لیا۔ مگر یہ ایک قرض تھا جو مناسب وقت پر ادا کر دیا جاتا۔ سہو اس قدر ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع دینا بھول گیا۔ جو میرا نہیں میرے حافظہ کا قصور ہے . . . ‘‘

سر فریڈرک لیتھم نے نفرت و حقارت سے وائیکونٹ کی طرف پیٹھ پھیر لی۔ وہ اس مسخرہ پن کا جواب دینا کسرِ شان سمجھتا تھا۔

’’انسٹیشیا‘‘ آخرکار اس نے بیگم سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجہ کی سختی اور انداز کی درشتی اب تک بدستور تھی ’’ثابت ہوگیا۔ کہ میں نے اس معاملہ میں تمہیں قصوروار سمجھنے میں غلطی کی۔ مگر حالات

تمہارے خلاف تھے۔ اس لئے مغالطہ قدرتی تھا۔ تمہارے بھائی نے جس شرمناک طریقہ پر سرقہ کیا۔ اس سے تمہارے خلاف شک ہونا قدرتی تھا۔ بہرحال میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے تمہارے خلاف بےبنیاد شبہات کو دل میں جگہ دے کر بڑی ناانصافی کی۔ کاش میں تم سے معافی مانگ سکتا۔ مگر ایک اور قصور اس سے بھی سنگین تمہارے خلاف باقی ہے۔ یہ ثابت ہونے کے بعد بھی کہ تم روپیہ کی چوری میں شریک جرم نہ تھیں۔ کونسا عذر ہے جو تم اپنی بے وفائی کی نسبت پیش کر سکتی ہو؟ تم نے خود آپ مانا تھا۔ میں نے تمہیں دھوکا دیا۔ اور وہ دھوکا اتنا شرمناک ہے۔ کہ اس کے بعد ہمارا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا ہی بہتر ہے۔"

"افسوس! کیا میرے لئے درگذر اور رسائی کا کوئی امکان نہیں؟" انسٹیشیا نے انداز التجا سے ہاتھ جوڑ کر اذیت کے لہجہ میں کہا "میں مانتی ہوں کہ میں نے آپ کو دھوکا دیا..."

"انسٹیشیا بس! اب اس مضمون پر زیادہ کہنے کی حاجت نہیں۔" مہاجن نے درشتی سے قطع کلام کر کے کہا۔ گو اس کا دل ابھی سے ایک حد تک نرم ہونے لگا تھا۔ "مضمون ایسا شرمناک ہے کہ اس پر بحث کرتے ندامت ہوتی ہے۔ خیر اب میں یہ نہیں کہتا کہ تم بھی اپنے سیاہ کار بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم بھی دن میں کسی وقت یہاں سے رخصت ہو جاؤ لارڈ رشبروک کو اب یہاں ایک لمحہ ٹھیرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس کی موجودگی ایک طرح کا مجرمانہ اثر پیدا کر رہی ہے جس کا دور ہو جانا ہی اچھا ہے..."

لیڈی انسٹیشیا کے رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے تیز تیز گر رہے تھے۔ اور اس کی چھاتی متلاطم نظر آتی تھی۔ مری ہوئی آواز سے کہنے لگی "بہت اچھا۔ آپ جو حکم دیتے ہیں۔ اس کی تعمیل کی جائے گی۔ اور شاید میں اس لحاظ سے اس سزا کی مستوجب بھی ہوں کہ آج تک اس بھید کو آپ سے چھپایا۔ ہاں پر اتنا ضرور کہتی ہوں کہ خطا کے مقابلہ میں سزا بہت سخت ہے۔ دنیا میں ایسا کون آدمی ہے جس سے اپنی زندگی میں کوئی خفیف سی غفلت یا ناعاقبت اندیشی نہ ہوئی ہو..."

"غفلت! ناعاقبت اندیشی!" مہاجن نے غصہ سے فرش زمین پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "بدکردار عورت کیوں میری زبان کھلواتی ہے؟ کیا صریح آوارگی اور بدکاری کو انہی ناموں سے منسوب کیا جاتا ہے؟..."

لیڈی انسٹیشیا کا غم فخر نسوانی سے بدل گیا۔ آنسوؤں کے قطرے پونچھ کر غصہ سے سر اٹھایا اور قطع کلام کر کے کہنے لگی "سر فریڈرک یہ الفاظ بہت سخت ہیں۔ میرے لئے اس انداز گفتگو کو سننے

کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ بے شک ایک شوہر کی حیثیت سے آپ کو مجھ پر اختیارات حاصل ہیں۔ مگر زبان درازی اور دشنام دہی ان اختیارات میں شامل نہیں ہیں پھر کہتی ہوں کہ مجھ سے واقعی سہو ہوا۔ عرصہ ایک سال کا گذرا کہ آپ نے مجھے میڈم انجیلک سے تعلقات بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس کے متعلق بعض وجوہات بھی بیان کی تھیں۔ مجھ سے اتنا قصور ہوا کہ اسی وقت آپ کے اس بات کا اعتراف نہیں کیا کہ اس دوکان کے صحیح حالات کی بے خبری ہے . . ."

"الٰہی میں کیا سنتا ہوں! سر فریڈرک نے لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "انسٹیشیا آخر کہو میں تمہارا مطلب ابھی تک نہیں سمجھا۔ وہ کون تھا جس سے تم شادی سے پہلے اور بعد میڈم انجیلک کی دوکان پر ملا کرتی تھیں . . ."

"وہ دیکھئے آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ پوچھئے قسم دے کر پوچھئے وہ یقیناً سب حال آپ سے کہہ دیگا" انسٹیشیا نے تمکنت و وقار کے لہجہ میں کہا۔ "اسی سے دریافت کیجئے کہ میڈم انجیلک کی دکان پر میں کسی سے ملا کرتی تھی؟"

مگر سر فریڈرک سمجھ گئے۔ لارڈ شیروک کے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار نعرہ مسرت نکلا۔ اس ایک لمحہ میں اس کی سیرت بالکل ہی بدل گئی۔ سرد مہری اور سکون غائب ہو گئے اور ان کی جگہ محبت اور گرمجوشی نے لے لی۔

دونوں بازو انسٹیشیا کی گردن میں ڈال کر انداز حسرت سے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "افسوس صد افسوس! مجھ سے کتنی بھول ہوئی! انسٹیشیا اب میں تم سے معافی چاہتا ہوں کیا تم میرا قصور معاف کر سکتی ہو؟"

نظارہ بہت دردناک تھا۔ اس وقت وہ سنگدل جہاندیدہ بھی جس کا سینہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا بیگم کی بے گناہی ثابت ہونے سے بچوں کی طرح رونے لگا۔ دوسری طرف انسٹیشیا اس ایک خیال کے زیر اثر کہ اب مجھے اپنے شوہر سے جدا نہ ہونا پڑے گا۔ تمام رنج و واقعات بھول گئی۔ دونو کے جوش نے اس قدر ترقی کی کہ لارڈ شیروک کی موجودگی کا بھی پاس نہ رہا۔ جو تھوڑے فاصلہ پر ایک کھڑکی میں دبکا ہوا اس نظارہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور جیسا اس کی خودغرض طبیعت سے امید کی جا سکتی ہے اس فکر میں تھا کہ شاید میاں بی بی کے ملاپ سے میرا بھی قصور معاف ہو جائے۔

تھوڑی دیر ایک دوسرے سے بغلگیر رہنے کے بعد سر فریڈرک بیگم کو کمرہ کے دوسرے حصہ میں لے گیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اور مفصل حالات بیان

کرنے کا وقت تھا۔ چنانچہ انسٹیشیا نے کہا۔

"پیارے ستوہر آپ کو یاد ہوگا۔ کہ پہلا واقعہ جو ہمارے تعلقات کا موجب ہوا۔ بھائی کے جرم سے متعلق تھا۔ اس نے ایک ہنڈی پر مارکوئس آف سویل کلفت کے جعلی دستخط کر دیے تھے اور وہ ہنڈی اتفاقاً آپ کو مل گئی۔ والد کو اس کی خبر ہوئی۔ تو آپ کے پاس گئے۔ اور آپ نے ان کے کہنے پر بھائی کو اس خوفناک انکشاف سے بچانے کا وعدہ کیا۔ لیکن خود مارکوئیس اس کو سزا دلانے پر آمادہ تھے ان دنوں یہ بات عام طور پر مشہور رہتی کہ رابرٹ بحراعظم یورپ کو چلا گیا ہے۔ مگر واقعہ میں وہ لندن ہی میں ایم برٹن درزی کے ہاں چھپا ہوا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل میرے لئے غائت درجہ رنجدہ ہے پر کیا کروں سارا حال بیان کرنے پر مجبور ہوں۔ نہیں آپ مجھے روکیں نہیں۔ سارا حال کہے بغیر میرا اطمینان نہ ہوگا۔ میرے والدین نے آئندہ بیٹے کی صورت نہ دیکھنے کا عہد کر لیا تھا۔ اس لئے نہ وہ ان کے پاس جا سکتا تھا۔ نہ آپ کے پاس آنے کی جرأت رکھتا تھا۔ مجبور ہو کر اس نے مجھے خط لکھا۔ اور اس مقام پر جہاں ان دنوں چھپا ہوا تھا۔ ملنے کی التجا کی۔ اس نے تحریر کیا کہ میڈم انجلیک جس سے تم کپڑے سلوایا کرتی ہو۔ اس کی دکان ایم۔ برٹن کی دوکان سے ملتی ہے۔ اس لئے وہ بآسانی ہماری ملاقات کا انتظام کر دے گی۔ اس بات سے بالکل بے خبر کہ یہ فعل کیسی خطرناک اہمیت رکھتا ہے۔ بھائی کی محبت سے مجبور ہو کر میں اس عورت کی دوکان پر گئی مگر وہاں بھائی کا نام لینے کی اس خیال سے جرأت نہ ہوئی۔ کہ ایسا نہ ہو مارکوئیس کے جاسوس آس پاس موجود ہوں۔ اور ان کو رابرٹ کی موجودگی کا حال معلوم ہو جائے۔ میرے لئے انتہائی احتیاط سے کام لینا ضروری تھا۔ میں نے اتنا ہی کہا کہ ایک صاحب اس جگہ میرا انتظار کرنے ہوں گے۔ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ افسوس! کس کو خبر تھی۔ کہ بھائی کی ناعاقبت اندیشی سے بہن کے خلاف ایسے خوفناک شبہات پیدا ہوں گے۔"

انسٹیشیا کی آنکھوں سے بدستور آنسو بہہ رہے تھے۔ سر فریڈرک نے ایسی ملائمت سے جس کا وہ عادی نہ تھا۔ التجا کی کہ "پیاری اس ذکر کو جانے دو۔ بس میرا اطمینان ہو گیا۔" مگر اس نازنین نے جلدی سے آنسو پونچھ کر بیان کا سلسلہ اس طرح جاری رکھا۔

"میں رابرٹ سے اس مکان پر ملی جس کی نسبت خدا گواہ ہے کہ مجھے معلوم نہ تھا عصمتوں کا قبرستان ہے۔ وہیں اس نے مارکوئیس آف سویل کلفت کے نام ایک چٹھی لکھی۔ مگر اس پر روانگی کا مقام مسلزمیج کیا۔ اور التجا کی کہ آپ میری حالت پر رحم کریں۔ ساتھ ہی مجھ سے کہا کہ تم اس خط کو اپنی طرف

سے اس مضمون کا رقعہ شامل کر کے مارکوئیس کے پاس بھیج دے کہ انہیں جو کچھ جواب دینا ہو تمہارے نام بھیج دیں
اپنے خط میں میں نے بھی رقم کی درخواست کی۔ مارکوئیس نے اس کا جواب فوراً بھیجا اور لکھا کہ گو میں
نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس شخص کو جس نے ایسی سنگین جعلسازی کی ہے سزا دلائے بغیر
نہ چھوڑوں گا۔ مگر آپ کی خاطر اس کے جرم سے درگذر کرتا ہوں۔ اب مجھے بھائی کو اس
جواب سے مطلع کرنے کیلئے میڈم ہنجلبنک کے مکان پر جانا پڑا۔ دوسرا موقعہ تھا کہ میں اس سے ملی اور
اس کے بعد جب روپیہ کے لئے آپ سے گفت و شنید ہو رہی تھی۔ تو مجھے دو یا تین دفعہ پھر وہاں جانا
پڑا۔ بارے آپ کی عنایت سے وہ مشکل آسان ہوئی۔ اور اس کے بعد مناسب وقت گذرنے پر یہ خبر
مشہور کی گئی کہ بھائی [illegible] آگیا ہے۔ اب آپ اس بات کا خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ شادی
سے پہلے میں کس لئے میڈم ہنجلبنک کے مکان پر گئی تھی۔ اور وہاں میری ملاقاتیں کس سے ہوا کرتی
تھیں۔۔۔"

"انسٹیلا انسٹیلا، میرا اطمینان ہو گیا" سر فریڈرک نے کپکپاتی ہوئی آواز سے کہا "یہ بھی
معلوم ہوا کہ شادی کے بعد جب تمہارے بھائی نے اپنی آوارگی سے پھر مشکلات پیدا کیں۔ اور سود خوار
وکیل نے اس کے خلاف فوجداری عمل میں لانے کی دھمکی دی تو تم پھر اس سے ملنے پر مجبور ہوئیں۔۔۔"

"جی ہاں میرے سوا اور کوئی اس کا ہمدرد نہ تھا" انسٹیلا نے جواب دیا "اس موقعہ پر دوبارہ
اس کے براعظم یورپ کو فرار ہونے کا بہانہ کیا گیا۔ اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ پیرس یا برسلز میں روپوش
ہے کیونکہ کسی طرح افسران انصاف کو غلط راہ پر ڈالنا منظور تھا۔ بے شک آپ نے مجھے بھائی سے
خط و کتابت نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر جب اس نے میرے نام دردناک چٹھیاں لکھیں اور تحریر کیا
کہ میں زندہ درگور ہوں۔ اور تمہارے سوا کوئی آسرا نہیں ہے۔ تو مجبور ہو گئی۔ چنانچہ ایک بار پھر اس سے
وہیں ملی۔ میڈم ہنجلبنک چونکہ خیاطی کا کام کرتی تھی۔ اس لئے وہاں جانے کا بہانہ پیدا کرنا دشوار نہ تھا
مگر خدا جانتا ہے میں اس بارہ میں بالکل لاعلم تھی کہ وہ جگہ کتنی بدنام ہے۔ میرے خیال میں بیشمار
عورتیں اور بھی ایسی ہونگی جو اس جگہ کے صحیح حالات سے ناواقف ہو کر وہاں گئیں۔۔۔"

"ضرور ہوں گی" سر فریڈرک نے تسلیم کیا "چنانچہ میں خود اس بارہ میں بالکل لاعلم تھا اتفاقاً
ایک روز ایک لفٹننٹ امیر نے مجھ سے اس جگہ کے حالات بیان کئے۔ تو میں انہیں سن کر حیران و ششدر
رہ گیا۔ یہی وہ موقعہ تھا جب میں نے تمہیں وہاں جانے سے منع کیا۔"

"خود مجھے بھی آپ کے حکم سے کچھ کم حیرت نہ ہوئی تھی" انسٹیلا نے کہا "اس وقت اور اس سے

مجھے کئی بار جی میں آئی۔ کہ سارا حال آپ سے کہہ دوں۔ مگر جرأت نہ ہو سکی۔ اگر وہ حالات جن سے مجبور ہو کر وہاں جا اترا۔ پہلے ہی آپ سے کہہ دیتی۔ تو آج نہ آپ کو اتنا ملال ہوتا۔ نہ میں ان غلط فہمیوں کا شکار رہتی۔ لیکن شرم و حجاب ہر بار مانع ہوئی۔ اور میں آپ سے یہ کہنے کا حوصلہ نہ کر سکی کہ جس مکان کو آپ بدنام قرار دیتے ہیں میں وہاں بھائی سے ملنے کئی بار گئی ہوں۔ مگر جب آخری بار بھائی سے ملنا ہوا۔ تو میں نے اس کو سخت ملامت کی۔ اور کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھ کو کن شرمناک مقامات پر آنا پڑا ہے۔ آپ اس کی عادت سے خوب واقف ہیں۔ میری باتیں سن کر پہلے لاپروائی سے ہنسنے لگا۔ پھر ہوا افسوس میں ان حالات سے واقف نہ تھا۔ مجھے اس کی باتوں پر یقین تو نہ آیا بہرحال میں نے اس کو معاف کر دیا۔ لیکن جس روز سے آپ کی زبانی اس جگہ کا صحیح حال معلوم ہوا میں ہر وقت انہی فکروں میں گھلی جاتی تھی۔ کہ اگر آپ کو میرے وہاں جانے کا حال معلوم ہو گیا۔ تو خدا جانے آپ کیا خیال کریں گے۔ اور میرے لئے جواب دہی کتنی مشکل ہو گی۔ آخر ایک روز میڈم اینجلیک نے اپنا آدمی بھیج کر استحصال بالجبر کی کوشش کی۔ بظاہر وہ اس راز سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتی تھی۔ اس وقت میرے دماغ میں ایک عجیب کشمکش ہوئی۔ کئی بار جی میں آئی کہ آپ سے ملکر سارا حال بیان کر دوں۔ مگر افسوس ہے کہ دم آخر میں اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ ناچار جھک گئی۔ اس کے بعد جو ہوا وہ سب آپ کو معلوم ہے۔"

"پیاری انسٹیشیا اب میں بھی اس معاملہ کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں۔" سر فریڈرک نے بیگم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر محبت سے چومتے ہوئے کہا۔ "سنو میں بتاتا ہوں میرے دل میں کس طرح شبہات پیدا ہوئے۔ کیونکر ان کو تقویت ہوئی۔ اور کس طرح انہوں نے آخری ہولناک صورت اختیار کی۔"

اتنا کہہ کر سر فریڈرک نے وہ سب حالات جن سے ناظرین واقف ہیں مفصل بیان کئے کیش بکس میں روپیہ نہ ملنے۔ لیڈی انسٹیشیا کے ڈسک میں رکھے ہوئے کاغذات کی تلاش۔ پھر میڈم اینجلیک کے ہاں جانے۔ لارڈ رشورک کے کھوئے ہوئے نوٹوں کے سراغ اور سب سے آخر بیجارہ کی خلاصی یعنی برکر کی زبانی صحیح حالات معلوم ہونے کی پوری کیفیت بیان کی۔ اور آخرکار التجائی انداز سے کہا "اب پیاری انسٹیشیا میں اس بات کی معافی چاہتا ہوں۔ کہ میں نے تمہاری لاعلمی میں دراز کھول کر کاغذات نکالے۔"

"پیارے شوہر اس میں معافی کی کیا بات ہے" اس نازنین نے جواب دیا۔ "حالات ایسے

آئندہ میں آپ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ اس کے علاوہ آج کا دن محض انکشاف کا نہیں، عفو تقصیر کا بھی ہے"
"انسٹیشیا تمہاری خاطر میں اس شخص ناسپاس۔ تمہارے بھائی کو بھی معاف کرتا ہوں جس
کی بدولت ساری خرابی ظہور میں آئی۔" سر فریڈرک نے کہا۔

لارڈ رشبروک اس عرصہ میں بھیگی بلی بنا وہیں کھڑکی کے پاس چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اگرچہ
سر فریڈرک اور لیڈی انسٹیشیا کی گفتگو کا ایک لفظ بھی اس کے کانوں تک نہیں پہنچا تھا۔ اب
مہاجن نے اس کے پاس جا کر کہا۔

"رابرٹ تمہیں اپنی خطاؤں اور بدکرداریوں کے لئے فہمائش کرنا بے سود ہے جس نے بیشمار
مشکلوں اور خطروں میں پڑ کر سبق حاصل نہ کیا۔ وہ پند و نصیحت سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ تمہاری
پستی اخلاق کی اس سے بری مثال اور کیا ہوگی کہ اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے تم نے بہن کی
عزت و آبرو کی پرواہ نہ کی۔ شرم ہے کہ تم نے اپنی بہن کو خود اس مکان پر طلب کیا۔ جہاں کوئی
شریف و غیرت مند آدمی کسی عزت دار خاتون کی آمد گوارا نہیں کر سکتا۔ غرض سے اندھے ہو کر
تم نے بہن کی نیکنامی کا ذرا پاس نہ کیا۔ جو شخص اتنا خود پرور ہو اس پر فہمائش کس طرح کارگر ہو سکتی
ہے؟ یقیناً تم جرم و گناہ کی اس منزل پر پہنچ چکے ہو۔ جس سے آگے اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں
رہتی۔ ہر قسم کی خطاؤں اور سیاہ کاریوں کے بعد تمہیں اپنی بہن کے گھر چوری کرنے سے دریغ نہ ہوا
تم نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ میرے جرم سے بہن کے خلاف کیا کچھ بدگمانیاں ہوں گی۔ کمینے کم ظرف رسوائی
کے لئے تجھ ایسے آدمی کا عدم وجود برابر ہے۔"

انسٹیشیا تھوڑے فاصلہ پر کھڑی ہوئی سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔ سر فریڈرک نے اسکی
آواز سنی۔ تو پیچھے مڑ کر ایسی محبت آمیز نظروں سے دیکھا جن کی اسکی فطری سرد مہری سے کمتر امید
ہو سکتی تھی۔ پھر کہنے لگا "نہ رو پیاری انسٹیشیا نہ رو۔ تمہارا ذلیل بھائی ان قیمتی آنسوؤں کا ہرگز
مستحق نہیں ہے۔"

اس عرصہ میں۔ وائیکونٹ رشبروک اس امید پر کہ جب غصہ کے بادل زجر و توبیخ کا کڑکا دکھا
چکیں گے تو ان سے فائدہ کی بوندیں ضرور برسیں گی۔ منکسر صورت بنائے انداز ندامت سے چپ
چاپ کھڑا تھا۔ چکنے گھڑے پر ملامتوں کی بوچھاڑ کیا ٹھیر سکتی تھی۔ بہر حال نمائش کے لئے وہ بھی
عرق ندامت سے پانی پانی ہوا جاتا تھا۔

شرم سے سر جھکا کر کہنے لگا "بھائی جان۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ آپ سے برائی

کی ہے۔ مگر دیکھیے میری حالت دیکھیے۔ ظاہری حیثیت برقرار رکھنے کو میں نے جو کچھ کیا امر مجبوری تھا۔ آمدنی کی اول تو کوئی معقول صورت نہیں۔ اور پھر جو کچھ ہے وہ میرے اخراجات کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ مجھ سے تو ادنے دوکاندار بھی اچھے ہیں۔ کہ ہر گھڑی فکر و غم سے پریشان نہیں رہتے۔ آپ نے جس قدر ملامت کی ہے۔ میں واقعی اس کا سزاوار ہوں۔ بہرحال یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ کہ آپ کے اور لیڈی انسٹیشیا کے درمیان اب کسی طرح کی غلط فہمی باقی نہیں رہی۔۔۔"

"مسٹر رابرٹ" مہاجن نے قطع کلام کر کے کہا "اس نظارہ کو جلد ختم کرنا واجب ہے آئندہ کے لئے میں ہمیشہ کو تمہارا یہاں آنا بند کرتا ہوں۔ اور اگر میرا اختیار ہو تو بجنبہ صدر مقام ہی میں تمہارا داخلہ بند کر دوں۔ کیونکہ تمہارے یہاں رہنے سے فائدہ کچھ نہیں۔ نقصان ہی نقصان ہے۔ خیر میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر تم اس کو منظور کر دو تو ہر طرح تمہاری بہتری ہے۔ میں تمہارے لئے ایک ہزار پونڈ کا سالانہ وظیفہ اس شرط پر مقرر کرتا ہوں۔ کہ آئندہ براعظم یورپ کے کسی شہر میں رہو۔ یہ رقم ماہوار قسطوں میں تمہاری ذات کو ادا ہوتی رہے گی۔ یعنی تمہاری تحریر یا چیک پر ادا نہ ہوگی۔ تمہیں کو دی جائے گی۔ کیونکہ میں اس بات کا پورا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تم پیرس یا کوئی دوسرا مقام منتخب کر کے ہمیشہ وہیں رہو۔ اور وہاں سے دوسری جگہ ہرگز نہ جاؤ۔ اگر اس تجویز کو نامنظور کر دو گے تو میں صاف کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی کوئی مالی امداد نہ دوں گا۔ خواہ تمہیں کیسی مشکلات پیش آئیں۔ اور تمہارا انجام کچھ ہو مجھے اس کی ذرہ بھر پروا نہ ہوگی۔ بس ہاں یا نہیں جو جواب تم کو دینا ہو۔ اسی وقت دو۔ کیونکہ پہلی صورت میں میں چاہتا ہوں تم کل ہی لندن سے رخصت ہو جاؤ۔"

یہ بیان کرنا غیر ضروری ہوگا۔ کہ وائیکونٹ رشبروک نے اس تجویز کو جو ہر لحاظ سے فائدہ بخش تھی۔ اور جس کی بدولت ایک معقول رقم مستقل طور پر ملنے کا یقین تھا۔ فوراً منظور کر لی۔ اور اس کے بعد خوش خوش وہاں سے روانہ ہوا۔

اس کے جانے پر انسٹیشیا نے شوہر کا اس تازہ عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ اور اس بات کے لئے بھی کہ اس نے چوری کی واردات کے متعلق معافی اور درگذر سے کام لینا منظور کیا۔

"لیڈی انسٹیشیا" مہاجن نے آخرکار کہا "یہ واقعات گو رنجیدہ تھے۔ مگر انہیں فائدہ سے خالی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایک تو ان کی بدولت تمہارا خطرناک بھائی ہمیشہ کے لئے لندن سے رخصت ہو گیا۔ جہاں ملنے سے ہر دم ذلت و رسوائی کا خوف لگا رہتا تھا۔ دوسرے آئندہ اس کی مصیبتوں سے

تم کو پریشانی نہ ہو گی۔ اور تیسرے ہمارے تعلقات پہلے کی نسبت زیادہ قریبی ہو گئے" سچ جانو۔ میرے
میں تمہارے لئے آج وہ محبت پیدا ہوئی ہے۔ جو پیشتر نہیں تھی۔ آج تک میرا سلوک سرد مہری اور تکبر
مبنی ہوتا تھا۔ میں نے کبھی تم سے وہ برتاؤ نہیں کیا۔ جو شوہر کو بی بی سے کرنا چاہیئے۔ لیکن آئندہ ہمارے
تعلقات صحیح معنوں میں عاشقانہ ہوں گے۔ اور امید کرنی چاہئیے۔ کہ انگلستان سے باہر رہ کر تمہارے بھا
کی حالت میں بھی کچھ اصلاح ہو سکے گی۔"

انسٹیشیا شوہر کے سینہ سے لپٹ گئی۔ اور اس نے اپنی عمر میں پہلی مرتبہ اس نازنین کو سچی محبت
سے اپنی چھاتی سے لگایا۔

باب ۱۴۰

تمنائے محروم

اب ہم پھر جنوب فرانس کے اس ویران مکان کی طرف چلتے ہیں۔ جہاں اب تک لیڈی آگسٹین میرہ
ایم واسلٹنے اور اس کی دختر کلیرین کے پاس رہا کرتی تھی۔ ناظرین غالباً ان عجیب واقعات کو بھولے
نہ ہوں گے۔ جو زو کو اس جگہ رہ کر معلوم ہوئے تھے۔ یعنی کس طرح ایم۔ واسلٹنے نے سالہا سال پیشتر کوہ
ایلپس میں اس شخص کی جان لی جس نے دوستی کے پردہ میں اس سے شرمناک غداری کی تھی۔ اور کیونکہ
مقتول کے بیٹے الفرڈ ڈیلارم کی بعض عجیب حالات میں قاتل کی دختر کلیرین سے محبت ہوئی۔ اور
اگر ہمارے ناظرین کا حافظہ کمزور نہیں ہے۔ تو انہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ زو کی سفارش پر ہی ایم واسلٹنے
نے آخر کار اپنی بیٹی کو وائیکونٹ ڈیلارم سے بیاہ دینا منظور کیا تھا۔ گو اس کے ساتھ اس نے
اس بات کا بھی فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ رسم شادی کے سرانجام پاتے ہی میں کسی دور افتادہ مقام
جا کر اپنی زندگی کے آخری ایام رنج و پشیمانی کی حالت میں بسر کردوں گا۔ لیکن ایم۔ واسلٹنے کے اس جرم
کا حال فقط زو کو معلوم ہوا تھا۔ کلیرین اس بارہ میں بالکل لاعلم تھی۔ اور الفرڈ ڈیلارم کے دل میں
تو اس کا گمان تک نہ تھا کہ جس سے میں شادی کر رہا ہوں۔ اس کے والد نے میرے باپ کو ہلاک
کیا تھا۔

جس رات شاٹو میں الفرڈ ڈیلارم کی موجودگی کا حال معلوم ہوا۔ وہ حالت یاس میں کلیرین
وہ فیصلہ منسوخ کرانے گیا تھا۔ جو اس نے بوڑھی خادمہ مارگریٹ کے ایما سے آئندہ میل جول ترک

کرنے کے بارہ میں اپنے خط میں صادر کیا تھا۔ اس وقت الفرڈ کی حالت وہ تھی۔ جب انسان کے ہوش و
حواس جواب دے جاتے ہیں۔ اور وہ حزم و احتیاط کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے یہی وجہ تھی کہ ا
..ز اس مکان میں اس کی موجودگی معلوم ہو گئی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ بارہا چھپ کر وہاں گیا مگر
کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہوا تھا۔ ایک اور پہلو سے یہ انکشاف نہایت مفید ہوا۔ کیونکہ اس کی
بدولت ایم والنے کی منظوری جس کا ذکر پیشتر آچکا ہے حاصل ہو سکی۔ چنانچہ جب رات ختم
ہوئی تو الفرڈ ڈیلارم سویرے ہی ایم۔ والنے کا فیصلہ معلوم کرنے شاٹو میں گیا۔ اور یہ جان کر
بہت خوش ہوا۔ کہ اب ایم والنے کو اسے اپنی فرزندی میں قبول کرنے سے انکار نہیں۔ اس موقعہ
پر ایم والنے نے یہ بھی کہا کہ رسم شادی بلاتاخیر ادا ہونی چاہئے۔ مگر یہ ایک ایسی تجویز تھی جس پر
عاشق و معشوق کو کسی طرح کا اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد پندرہ دن گذر گئے۔ اور اس اثنا میں الفرڈ ڈیلارم ہر روز شاٹو میں جاتا رہا
ایم والنے کو اخفائے راز کے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہوا۔ لیکن مجبور تھا۔ زوان باتوں کو اچھی طرح
سمجھتی تھی۔ اسے ایم والنے کی حالت پر رحم بھی آتا تھا۔ لیکن وہ خیال کرتی تھی کہ یہ اس جرم کی سزا
کا ایک حصہ ہے جس کا وہ کوہستان ایلپس میں مرتکب ہو چکا تھا۔ شبہ سے بچنے کے لئے ایم والنے
بیٹی اور داماد کی صحبت میں اکثر شریک ہوتا۔ اور گو اس سے پہلے بہت دیر تک اپنے کمرہ میں تنہا
بیٹھنے کا عادی تھا۔ مگر رفتہ رفتہ اس عادت کو بھی خیرباد کہنے لگا۔ اس کے باوجود یہ بیان کرنے کی
حاجت نہیں کہ الفرڈ ڈیلارم سے نظر ملانے اور اس سے گفتگو کرنے میں جو اس کے جرم سے یتیم ہوا
اسے کتنی سخت اذیت ہوتی تھی۔

خیر جیسا ہم نے بیان کیا ہے۔ پندرہ دن گذر گئے۔ اور شادی کا روز قریب آپہنچا جس دن
کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس کے اگلے روز شادی تھی۔ اور فیصلہ یہ تھا کہ رسم نکاح کسی طرح کی دھوم دھام
کے بغیر چپ چاپ ادا کی جائے اور اس کے بعد وائیکونٹ دلہن کو لے کر اپنے محل واقع فونٹین بلو
میں چلا جائے۔ ایم۔ والنے نے اپنے آئندہ ارادوں کا ذکر فقط زوے سے کیا تھا۔ اور اس کو معلوم
تھا کہ شادی سے فارغ ہوتے ہی اس کا منشا کسی دور افتادہ مقام پر جا کر زندگی کے باقی ایام
علیحدگی اور تنہائی میں بسر کرنے کا ہے۔ کلیرن اور وائیکونٹ چونکہ صحیح حالات سے بے خبر تھے
اس لئے ان کا خیال تھا۔ کہ ایم والنے آئندہ اسی مکان میں رہے گا۔ بلکہ ان کو یہاں تک امید تھی
کہ کچھ عرصہ گذرنے پر وہ بھی فونٹین بلو کے پاس اپنے پرانے مکان میں واپس چلا جائے گا۔ زو

چونکہ انگلستان کو واپس جانا نہ چاہتی تھی۔ اس لیئے اس نے سوچ رکھا تھا۔ کہ سردست کلیرین اور اس کے شوہر کے پاس ٹھیروں گی۔ اور اس کے بعد اس بات کا فیصلہ کروں گی کہ مجھے آئندہ کہاں رہنا چاہیئے۔

ستمبر کا مہینہ ختم ہو رہا تھا۔ اور سرد ہوائیں موسم سرما کی آمد کی خبر دیتی تھیں۔ شادی سے ایک دن پہلے شام کے وقت جبکہ موسم خوشگوار تھا۔ کلیرین اور زو دونو سیر کرنے کے لئے نکلیں۔ الفرڈ جو تحقیقِ شادی خرید نے تھوڑی دور ایک قصبہ میں گیا ہوا تھا۔ اور اس کی عدم موجودگی میں دونو سہیلیاں کوہستان پرینیز کے دلکش مناظر کا لطف اٹھاتی چہل قدمی کر رہی تھیں۔

"پیاری کلیرین۔" لیڈی آگسٹین ہیرنڈھ اپنی سہیلی سے کہنے لگی "کل کا دن کتنا مبارک ہے کہ تم اس سے جو تمہیں دل سے چاہتا اور ہر لحاظ سے تمہاری محبت کے لائق ہے شادی کرو گی کل سے تمہاری زندگی میں ایک عظیم تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ اور تم اس ویران مکان کو چھوڑ کر ایک عالی شان محل میں رہنے لگو گی . . ."

"لیکن زو پیاری تم بھی تو میرے ساتھ رہو گی۔" کلیرین نے جو اس وقت ہر طرح خوش اور مطمئن تھی۔ جواب دیا "تم نے مختلف اوقات میں اپنی آئندہ سکونت کے متعلق کئی طرح کے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ مگر میں امید کرتی ہوں۔ کہ تم اس وقت تک ہمارے پاس رہنا منظور کرو گی۔ جتنے کہ . . ."

کلیرین فقرہ کو نامکمل چھوڑ کر چپ ہو گئی۔ جوش محبت میں اس کے الفاظ حد نازک تک پہنچ گئے تھے۔ ڈر ہوا کہیں میرے کسی لفظ سے زو کے دل کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔

"جتنے کہ میری حالت میں تبدیلی ہو جائے . . . کیا یہی کہنا چاہتی ہو؟" لیڈی آگسٹین نے افسردگی کے لہجہ میں فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا "مگر پیاری کلیرین۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں آئندہ اپنے شوہر کے پاس رہ کر اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کر سکوں گی۔ تو معاف کرنا تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے۔ میری حالت میں جو تبدیلی ممکن ہے اُسے فرشتہ اجل ہی ظہور میں لا سکتا ہے۔"

"پیاری بہن ایسی جگر دوز باتیں نہ کہو۔" کلیرین نے جس کی آنکھیں ان الفاظ سے پُرنم ہو گئی تھیں بھرائی ہوئی آواز سے کہا "تمہارے حسرتناک الفاظ سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ آہ جب میں تمہارے حلم و قناعت کو دیکھتی ہوں . . ."

"کیا کروں مجبور ہوں۔" زو نے جواب دیا "میرے لئے صبر و قناعت کے سوا کوئی چارہ نہیں مجھ بدنصیب کو بجز استقلال کے ساتھ اس وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جو قسام ازل نے میری

المناک ہستی کے خاتمہ کے لئے مقرر کیا ہے۔"

"پیاری۔ پیاری زو" کلیرن نے جوش سے کہا "تم اگر اپنی بدنصیبی پر شب و روز آہ و بکا کرتیں۔ اگر میں ہر وقت تم کو نالہ و شیون کرتے دیکھتی تو بخدا میرے دل پر کبھی اتنا اثر نہ ہوتا۔ جو تمہارے گریہ پنہاں اور نالہ خاموش سے ہوتا ہے۔ پیاری بہن سچ جانو مجھے تمہاری حالت دیکھ کر بے حد رنج ہوتا ہے بارہا سوچتی ہوں کہ شاید وہ تمام اندیشے جو خرابی صحت کے متعلق تمہارے دل میں جاگزین ہیں۔ سب کے سب بے بنیاد ہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا ذہن چونکہ تکلیف میں ہے۔ اس لئے اس کا اثر جسم پر بھی نمودار ہوتا ہے پس اگر ذہن کی اصلاح ہو جائے تو باقی تکلیفیں بھی دور ہو جائیں مجھے کچھ عرصہ سے تمہاری صحت اچھی نظر آتی ہے۔ اب تمہارے رخساروں پر لالی آ رہی ہے۔ . . نہیں نہیں مجھے روکو نہیں۔ خدا جانتا ہے میں تمہیں دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ سچ کہتی ہوں کہ یہ سرخی بخار کی نہیں صحت کی سرخی ہے۔ یہ وہ قدرتی سرخی ہے۔ جو حالت صحت میں نمودار ہوتی۔ اور گلاب کے پھولوں سے ملتی ہے . . ."

"کلیرن کیوں مجھ غریب کو بناتی ہو؟" زو نے آہستہ سے قطع کلام کر کے کہا "مجھے تمہاری نیت پر شک نہیں۔ اور میں تمہاری کرمفرمائیوں کی شکرگزار بھی ہوں۔ مگر میرے دل کو قدرتاً وہ احساس ہو رہا ہے جسے بیان نہیں کر سکتی۔ میں سمجھتی ہوں . . ."

"بہن میری سنو اور سمجھو۔ تو جتنا ممکن ہو۔ کسی اچھے طبیب کا مشورہ حاصل کرو۔" کلیرن نے تیزی سے کہا "اگر واقعی تمہاری صحت اچھی ہے۔ تو اس کی تصدیق کرانے میں حرج نہیں۔ اور اگر معلوم ہو کہ تمہاری صحت واقعہ میں خراب ہوئی جاتی ہے تو کیا اسے برقرار رکھنے کی جدوجہد تمہارا اخلاقی فرض نہیں ہے؟ بہت دن نہیں گزرے تم آپ کہہ رہی تھیں۔ کہ اگر مجھکو معلوم ہو میں کسی خوفناک غار کے دہانہ پر چل رہی ہوں۔ یا میری راہ میں خطرہ کا گرداب حائل ہے۔ تو میں اس جگہ سے ہٹ جانا فرض انسانی خیال کروں گی۔ کیونکہ زندگی حقیقت میں خدا کی دی ہوئی پاک امانت ہے۔ جس کی حفاظت اس وقت تک لازم ہے۔ جتنے کہ انسان اسکی واپسی پر مجبور ہو . . ."

"ہاں کلیرن سچ کہتی ہو۔" زو نے سوچتے ہوئے آہستہ سے تسلیم کیا۔

"اس صورت میں پیاری سہیلی!" میڈموازل والنے نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "مصیبتوں کا پیمانہ کتنا بھی لبریز ہو چکا ہو۔ مذہب ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ زندگی کا قصداً خاتمہ کیا جائے۔ لیکن دوسری جانب اگر بحالئ صحت کا امکان باقی ہو۔ تو دکھ سہنے اور قبل از وقت جان دینے کی حاجت کیا ہے؟ جس خدا نے جسد خاکی میں جان ڈالی۔ اسی نے بے شمار نباتات

ومعدنیات ایسی پیدا کی ہیں جن کی مدد سے ہر طرح کے دکھ درد کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ اس نے انسان کو یہ عقل و تمیز بھی عطا کی ہے کہ ان چیزوں سے کام لے کر آفات ناگہانی کو کس طرح ٹالا جا سکتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو حکمت فن الٰہی ہے۔ اور اس کے وسیع امکانات ہر بات میں خدائی طاقت کے مظہر ہیں۔ اس فن کا ظہور اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خدا انسان کے بے وجہ دکھ پانے سے خوش نہیں پس اگر مذہب ایک طرف اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان خودکشی سے اپنی زندگی کا قبل از وقت خاتمہ کرے تو ساتھ ہی اس بات کی بھی اجازت نہیں دے سکتا۔ کہ وہ بے وجہ امراض سے دکھ اُٹھائے۔ اور اس نادر فن حکمت سے امداد حاصل نہ کرے جس کی تہ میں خدا کا اپنا ہاتھ کام کرتا ہے۔"

زو نے اس دلچسپ تقریر کو گہری توجہ سے سنا اور اسکی صداقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی کلیرین کے لفظوں نے آنکھوں سے پردہ سا ہٹا دیا۔ اور اب اس معاملہ نے اسکی نظروں میں بالکل ہی نئی رنگت اختیار کر لی۔ اس کا دل محسوس کرنے لگا۔ کہ اگر خودکشی داخل گناہ ہے تو مبتلائے مرض ہو کر قصداً علاج سے غافل ہونا بھی منشا ایزدی کے خلاف ہے۔

مجبور ہو کر کہنے لگی۔ "پیاری کلیرین تم نے یقین دلا دیا کہ میں غلطی پر تھی۔ تمہارے لفظوں نے میری نظروں میں ایک نئی اور شاندار حقیقت پیدا کر دی۔ اب میں ضرور تمہارے کہے پر عمل کروں گی۔۔"

کلیرین کو اس سے بہت خوشی ہوئی۔ اس نے زو کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا۔ اور اس کی طرف انداز محبت سے دیکھ کر بولی۔ "پیاری بہن نمج۔ اسی وقت تمہیں زندگی کی نئی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ تمہارے بہنوئی کل کہہ رہے تھے کہ پیرس کے نامی طبیب بیرن لوئیس جو تشخیص میں ید طولےٰ رکھتے ہیں تبدیل آب و ہوا کے لیے پاس کے گاؤں میں ٹھیرے ہیں۔ چاہیئے تم کو ان کے پاس لے چلتی ہوں۔ ان کا مشورہ حاصل کیے بغیر میرا اطمینان نہ ہوگا۔"

کلیرین کے استدلال کا اثر زو کے دل پر اتنا غالب تھا کہ وہ اس تجویز سے انکار نہ کر سکی دونو سیر کرتی گاؤں کے پاس پہنچ گئی تھیں۔ اور وہ خوشنما کوٹھی جو بیرن لوئیس نے اپنی سکونت کے لیے کرایہ پر لے رکھی تھی۔ سامنے دکھائی دیتی تھی۔ زو دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کلیرین کے پیچھے پیچھے اس طرف روانہ ہوئی۔ اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔ او بیرن گھوڑے پر سوار ہوا خوری سے واپس آ رہا تھا۔ کلیرین نے مل کر اظہار مدعا کیا۔ تو بیرن بڑے اخلاق سے پیش آیا۔ اس کا تبسم کہتا تھا۔ کہ بالفعل میں تو اس جگہ محض سیر و تفریح کے لیے آیا تھا۔ مطب کا سامان حاضر نہیں۔ ممکن تھا۔ زو سرد مہری سے محجوب ہو کر واپس چلی آتی۔ مگر کلیرین کا عزم استوار تھا۔ وہ اسے لیکر کوٹھی کے آراستہ

کمرہ میں داخل ہو گئی۔

بیرن لوئیس سارا حال لیڈی آگسٹین میرڈیتھ کی زبانی سننا چاہتا تھا۔ اس نے رک رک کر تھوڑی سی کیفیت بیان کی۔ مگر کلیرین اس کی مدد کو حاضر تھی۔ جو کچھ اس نے بیان کیا۔ اس سے نامور طبیب کو معلوم ہو گیا۔ کہ زو کو مدت سے رنج و آلام کا سامنا ہے۔ اور وہ کچھ عرصہ سے محسوس کرتی ہے کہ میں مرض سل میں مبتلا ہوں۔ بیرن نے معمولی آلات کی مدد سے پھیپھڑوں کی تشخیص کی۔ اس وقت زو سے زیادہ بے تابی سے کلیرین اس کے فیصلہ کا انتظار کر رہی تھی۔ پوری دیکھ بھال کرنے کے بعد فاضل ڈاکٹر نے اپنی رائے پیش کی۔ جو یہ تھی۔ کہ لیڈی آگسٹین میرڈیتھ کی صحت واقعی خراب ہے۔ مگر خطرہ کچھ نہیں اگر پورے طور پر علاج کیا جائے تو تھوڑے عرصہ میں اس کا صحت یاب ہونا یقینی ہے۔ زو اس فیصلہ کو سن کر حیران رہ گئی۔ اور کلیرین بچوں کی طرح خوشی سے تالیاں بجانے لگی۔ اپنی عزیز سہیلی کی گردن میں بازو ڈال کر اس نے بہت دیر تک اسے چھاتی سے لگائے رکھا۔

آخر جب یہ اظہار مسرت کم ہوا۔ اور دونو خواتین سکون خاطر سے بیٹھ گئیں۔ تو پہلے انہوں نے فاضل ڈاکٹر کا اس محنت و جانکاہی کے لئے شکریہ ادا کیا جس سے اس نے تشخیص کی تھی۔ پھر زو نے ایک معقول رقم بطور فیس پیش کی۔ مگر بیرن نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اور اس لہجہ اخلاق میں جو اہل فرانس سے مخصوص ہے کہنے لگا "خواتین میں ان نواحات میں بغرض طبابت نہیں آیا تھا اس لئے میں نے جو خدمت کی اسے دوستانہ اخلاق پر محمول فرمائیے۔" غرض اس قدر دلیلیں اس نے اپنے انکار کی تائید میں پیش کیں کہ زو لاجواب ہو گئی۔ اور لاچار اس نے فیس کا روپیہ اپنے ہی پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد بار بار شکریہ ادا کرتے ہوئے دونو اس جگہ سے رخصت ہوئیں۔

مکان پر آتے ہوئے میڈموازل والنے نے کہا "پیاری زو مجھے اپنی زندگی میں کبھی اتنی خوشی نہ ہوئی تھی جیسی بیرن کی رائے سن کر ہوئی ہے۔ اوہ! اب تو گویا حالت ہی بدل گئی ... مگر کیوں؟ روتی کیوں ہو؟ تمہاری آنکھوں سے کس لئے آنسو بہ رہے ہیں؟"

"بہن معلوم ہو گیا۔ کہ خدا کو مجھے اس سے بہت زیادہ سزا دینا منظور ہے۔ جتنا میرا خیال تھا۔" لیڈی آگسٹین میرڈیتھ نے افسردگی سے جواب دیا "میں اس سزا کو جس طرح ممکن ہو گا برداشت کروں گی۔ مگر کلیرین مجھ بدنصیب کے لئے دنیا میں خوش ہونے کی کونسی وجہ باقی ہے؟ شاید ڈاکٹر کا فیصلہ سن کر ایک لمحہ کے لئے میرے دل میں بھی مسرت کی لہر پیدا ہوئی ہو۔ گو اس بات کا بھی مجھے یقین کامل نہیں ہے۔ مگر جب سوچتی ہوں کہ آخر میرے زندہ رہنے سے فائدہ کیا ہے۔ تو بے اختیار

آنسو بہنے لگتے ہیں۔"

"بہن خدا نے امید کو بڑی طاقت دی ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہیئے کسی حال میں امید سے دست بردار نہ ہو" میڈموازل وانے نے جواب دیا "میں تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتی ہوں جس سے ڈر ہے کہ شاید تمہیں رنج ہو۔ مگر فرض اُسے کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ تم خوب جانتی ہو کہ مجھے تم سے گہری محبت ہے کسی طرح کے حالات نے ہمارے درمیان رشتہ محبت قائم کر دیا ہے۔ اور یہ رشتہ اس قدر مضبوط ہے کہ موت ہی اسکو توڑ سکتی ہے۔ پس تم سے جدا ہونے کا خیال آتا ہے۔ تو سینہ میں کڑ کڑی اٹھتی ہے مگر کیا کریں مجبوری ہے۔ ہماری جدائی کا وقت امید سے بڑھ کر قریب آگیا ہے۔ اس لئے پیاری زو تم بھی مہربانی سے اپنے شوہر کے پاس واپس چلی جاؤ"

"آہ۔ کیا کہتی ہو" لیڈی آکٹیوین نے بے تاب ہو کر کہا "اس کے پاس واپس چلی جاؤں۔ جس کے لئے میرا وجود باعث مسرت نہیں بلکہ باعث اذیت ہے۔ ایک طرف ڈاکٹر کہتا ہے کہ تمہیں دیر تک زندہ رہنے کی امید کرنی چاہیئے۔ اور دوسری جانب تم مجھے موت کا سب سے مختصر اور موثر رستہ بتاتی ہو۔ کیونکہ اگر میں انگلستان چلی جاؤں۔ اور پھر انہی واقعات سے سابقہ پڑے جو یہاں آنے سے پہلے ہر روز برداشت کرنے پڑتے تھے۔ تو میں یقیناً زندہ نہ رہوں گی۔ بلکہ دل شکستہ ہو کر مر جاؤں گی افسوس۔ کلیرین سین ونیس کے فیصلہ نے میری سب امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ میں سوچتی تھی عنقریب میرے انتقال پر آکٹیوین اس کے ساتھ جس سے اسکو محبت ہے۔ سکھ کی زندگی بسر کرے گا۔۔۔"

"زو تم نے اپنے شوہر کے لئے کچھ کم ایثار نہیں کیا۔ پس اب زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایثار ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر اس کے ساتھ دوسروں کا فرض ہے کہ وہ بھی اس میں حصہ لیں۔ تم نے بیان کیا تھا۔ کہ میرا شوہر فطرتاً نیک اور فیاض ہے اور تم کرسٹینا کو بھی نیکی اور پاکبازی کا مجسمہ قرار دیتی ہو۔ ایسے حالات میں کیا تمامتر قربانی تمہیں کو کرنی چاہیئے؟ کیا تمہارے شوہر کو لازم نہیں ہے کہ اپنے جذبات پر فتح پانے کی کوشش کرے؟ کیا کرسٹینا کا وقار نسوانی اسے مجبور نہیں کرتا۔ کہ اپنے جذبات کو تاحد امکان دبانے کی کوشش کرے؟۔۔۔"

"آہ۔ کلیرین!" زو نے افسردگی سے کہا "حیرت ہے کہ تم جو آزار محبت سے پوری طرح واقف ہو۔ یہ سوالات مجھ سے پوچھتی ہو۔ یہی آتش عشق جب تمہارے سینہ میں پیدا ہوئی۔ تو کیا تم نے اسے دبانے میں کامیابی حاصل کی تھی؟ کیا تمہارے والد کے سخت تر احکام اس بارہ میں کسی طرح کی مدد دے سکے تھے۔۔۔؟"

"بہن سچ کہتی ہو۔" کلیرن نے مری ہوئی آواز سے تسلیم کیا۔ "تمہارا اعتراض ثابت کرتا ہے کہ خدا نے انسان میں کیسی کیسی کمزوریاں، کیسی کیسی کوتاہیاں داخل کی ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ آئندہ تم کیا کروگی؟ ایک ماہر طبیب اس بات کا فیصلہ دے چکا کہ تم عمر طبعی حاصل کروگی۔ نہیں معلوم تمہیں کتنی مدت زندہ رہنا ہے۔ پھر کیا یہ تمام عرصہ یونہی رنج و مصیبت میں بسر ہوگا؟ کیا اپنی باقی عمر اس سے دور رہ کر گذار جس سے تم کو دلی محبت ہے؟ اس عرصہ میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے دور رہ کر کیا اسی طرح آفتیں جھیلتی رہوگی؟ اس میں شک نہیں مجھے تم سے گہری محبت ہے۔ اور میں یہ سوچ کر خوش ہوں کہ آئندہ تم میرے ہی پاس رہا کروگی۔ مگر تمہاری سچی خوشی کا پاس جو میرے دل میں ہے وہ نہیں مانتا۔ وہ رفاقت جو تم سے قائم ہو چکی ہے۔ یہ دیکھنا گوارا نہیں کرتی۔ کہ تم ساری عمر ان مصیبتوں اور تکلیفوں میں بسر کرو۔ جس کی نظیر عورت کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔"

"بہن یہ سچ ہے۔" زو نے اس حلیمانہ لہجہ میں جو شاکران تسلیم و رضا سے مخصوص ہے جواب دیا۔ "لیکن میرے لئے مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنے کے سوا چارہ بھی کیا ہے؟ اگر تقدیر نے میرے لئے راحت کا دروازہ بند کر دیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اوروں کی خوشی میں بھی مزاحمت کروں۔ علاوہ پیاری سہیلی۔ میں بہت کہتی ہوں اس ذکر کو جانے دو۔ کل تمہاری شادی کا دن ہے۔ ایسے موقعہ پر دل کو رنجیدہ اور ملول نہ کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ" اس نے افسردگی سے مسکراتے ہوئے کہا "خود مجھے اس تقریب پر خوش ہونا لازم ہے۔ شادی کے بعد جب ہم لوگ فونٹین بلو جائیں گے۔ تو اس جگہ فرصت میں اس مضمون پر کافی بحث ہو جائے گی۔ اس وقت پیاری کلیرن جو صلاح تم پیش کروگی میں اسے منظور کر لوں گی۔ لیکن سردست اس مضمون کو یہی جگہ ترک کر دینا چاہئے۔"

"کم از کم ایک بات کا تم ضرور وعدہ کرو۔" میڈموازل والنے نے کہا "یعنی سیرین لوئیس نے جو مشورہ دیا ہے۔ اس پر عمل کر کے بہت جلد کسی لائق طبیب کا علاج شروع کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ فونٹین بلو میں کئی لائق حکیم مل سکیں گے۔ . . ."

"ہاں پیاری کلیرن میں اس بارہ میں ضرور اپنا فرض پورا کروں گی۔" زو نے جواب دیا۔ "آج تمہارے استدلال نے ثابت کر دیا کہ انسان کی زندگی وہ متاع ارزاں نہیں ہے جس کا حشر آدمی کے اختیار میں ہو۔ بلکہ وہ مقدس امانت ہے جو بغرض حفاظت اس کے سپرد کی گئی ہے . . ."

اس کے بعد میڈموازل والنے نے بھی یہ گفتگو ترک کر دی۔ گو اس نے بڑے تامل کے ساتھ ایسا کیا۔ کیونکہ لیڈی آکٹیوین سے اس کو گہری محبت تھی۔ اور وہ اس کی موجودہ افسردگی سے بہت

پریشان تھی۔ مکان کی طرف جاتے ہوئے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کلیرنس چھپی نظروں سے زوکی طرف دیکھتی تھی۔ یہ خیال آتا کہ غمناک حسینہ کے ظاہری سکون کی تہ میں ضرور کوئی غیر معمولی ارادہ چھپا ہوا ہے۔

باب ۱۲۹

جنگل میں جھونپڑی

ستمبر کے غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی آخری شعاعیں جنوب فرانس کے ایک عظیم الشان جنگل کی خارجی حد پر منعکس ہو کر سربفلک اشجار کو سنہرا رنگ دے رہی تھیں۔ اس میں شک نہیں۔ تمدن کی رفتار نے ضروریات انسانی میں اتنی ترقی کی ہے کہ آدمی ہر لحظہ غیر آباد قطعات زمین کو ان کی قدرتی حالت سے نکال کر دائرہ تہذیب میں شامل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مہذب ملکوں میں عالیشان جنگل تبر و تیشہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ جن مقامات میں دیوپیکر درخت صدیوں تک سایہ افگن رہے۔ وہاں اب اناج کی فصلیں لہلہاتی اور نئی نئی بستیاں آباد ہوتی جاتی ہیں۔ تاہم عہد قدیم کے آثار چند وسیع اور ہیبت خیز جنگل اب بھی کہیں کہیں واقع ہیں اور جنوب فرانس میں ان کی بہتات نظر آتی ہے مخفی نہ رہے کہ ہماری مراد جھاڑ جھنکاڑ کے محدود قطعات یا ایسے میدانوں سے نہیں ہے جن میں سب کھے کھڑنک پست قامت درخت ایک دوسرے سے فاصلہ پر اُگے ہوئے ہوں۔ گو انگلستان میں بالعموم ایسے ہی مقامات کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے حالانکہ وہ جنگل نہیں عہد ماضی کے جنگلوں کی بھولی ہوئی یاد ہیں۔ ہمارا اشارہ ان لامحدود جنگلوں کی طرف ہے۔ جہاں سربلند اشجار قطار در قطار میلوں تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں اور جہاں گرما میں ان کی فلک گیر شاخوں سے ایک ایسا سائبان تیار ہو جاتا ہے کہ آفتاب کی شعاعیں انتہائی جدوجہد کے باوجود اس کے اندر داخل نہیں ہو سکتیں۔

ایک ایسے ہی پرشکوہ جنگل کی سرحد کو آفتاب کی مغربی شعاعیں سرخ اور قرمزی رنگت دے کر سکوت شام میں وہ دلفریب منظر پیدا کر رہی تھیں جس میں دور و نزدیک کی ہر شے بادہ سرخ سے رنگی ہوئی نظر آتی تھی اتنے میں ایک سیاہ سفری گاڑی اس سڑک پر چلتی ہوئی دکھائی دی جو درختوں کے بیچوں بیچ جنگل کے پار جاتی تھی۔ پاس ہی ایک گاؤں آباد تھا۔ اس جگہ گھوڑے تبدیل کرنے کے بعد

چابک سواروں نے انہیں سرپٹ ڈال دیا۔ سامنی نشست پر ایک سادہ پوش خادم اور گاڑی کے اندر
فقط ایک شکیل نوجوان سوار تھا جس کی شخصیت کو پردہ راز میں نہ رکھنے کے خیال سے ہم شروع میں
ہی بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارا پرانا دوست لارڈ آگسٹین میریڈیتھ تھا۔ جو انگلستان سے ملکہ اپنی بی بی
زو کے پاس جا رہا تھا۔ گاڑی کے اندر۔ وہ دونوں بازو سینہ پر لپیٹے پیچھے کی طرف جھکا ہوا کسی گہری غور وفکر کی حالت
میں تھا جنگل میں شام تاریکی ہو چکی تھی مگر اس قدر اجالا اب بھی باقی تھا کہ لیمپ روشن کرنے کے بغیر گھوڑوں کو تیزی
رفتار سے چلایا جا سکتا تھا۔ علاوہ بریں شوور رہوا اور وہ اس راہ سے اچھی طرح واقف بھی تھے۔ یہاں تک۔
کہ آنکھیں بند کر کے گاڑی کو سیدھی راہ پر چلا سکتے تھے۔ پھر بھی جیسا ہم نے بیان کیا ہے جنگل کے اندرونی
حصہ میں کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ اور گاڑی کے اندر تو کامل تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آگسٹین کا چہرہ اچھی
طرح نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن اگر اسکو بغور دیکھنا ممکن ہوتا۔ تو اس کی زردی۔ اس کے آثار رعونت اور وہ
استقلال جو بھینچے ہوئے ہونٹوں سے نمودار ہوتا تھا۔ ہرگز پوشیدہ نہ رہ سکتا۔ وہ اپنی بیاہتا بیگم زو کے
پاس جا رہا تھا۔ کیونکہ اسکے ظلمتکدہ دل میں یہ خیال مضبوطی سے جاگزین ہو چکا تھا۔ کہ کرسٹینا کو مجھ سے
قطعی محبت نہیں ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ میرا قلب صادق آج تک ایک ستم کیش حسینہ کے آہنی نفس
کا شکار رہا اور واقعہ میں نہ کرسٹینا کا دل اتنا پاک صاف ہے اور نہ اس کے مزاج میں ہی وہ
معصومیت ہے جس کا مجھے پیشتر یقین تھا۔ گویا اس کے متعلق اسکی ساری امیدوں کا خون ہو چکا تھا
اور اس نے اس حالت یاس میں کوئی اور چارہ کار نہ دیکھ کر اس فرض کو آنکھیں بند کر کے ادا کرنے کا ارادہ
کر لیا جسے وہ عرصہ دراز سے نظر انداز کر چکا تھا۔

گھوڑے تازہ دم تھے۔ اس لئے تیزی رفتار سے چلتے گئے۔ منزل دور کی تھی۔ اور تیرہ چودہ میل
کے فاصلہ میں جنگلی درختوں کے سوا بستی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ آخر جب گاڑی نے آدھا فاصلہ طے کر
لیا۔ اور شام کی تاریکی شب کی سیاہی میں بدل گئی۔ تو اس وقت دفعتاً گاڑی کو زور سے جھٹکا لگا۔ اور وہ
ٹھیر گئی۔ جھٹکا لگنے پر میریڈیتھ اپنی جگہ سے اکھڑ گیا۔ مگر گرا نہیں۔ گاڑی رکتے ہی گھوڑے اچھلنے لگے۔ باہر
اندھیرے میں خوف وتہدید کی آوازیں سنائی دیں۔ پاؤں کی چاپ ٹکوں کی دھمک اور پھر بندوقوں کے
چلنے کی آواز سنائی دی۔ مگر یہ سب کچھ اس قدر تیزی رفتار سے ہوا۔ اور عمل کے تینوں حصے اس درجہ ایک
دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ کہ آگسٹین کے گاڑی سے اترنے تک معاملہ ختم ہو گیا۔ میریڈیتھ نے اتنا
ضرور معلوم کیا کہ اندھیرے میں خونریز لڑائی ہو رہی ہے۔ مگر وہ اس کی نوعیت سے بے خبر تھا۔ صحیح
حالات جاننے کے لئے اس نے گاڑی سے قدم نکالا ہی تھا۔ کہ کسی نے اندھیرے میں اس پر بھی لاٹھی یا پستول

۱۹۸۹

کے بھوسے کا اتنا زبردست وار کیا۔ کہ وہ تیورا کر فرش زمین پر گرا اور بیہوش ہو گیا۔

جب اسے ہوش آیا۔ تو لارڈ آکنیٹین نے رفتہ رفتہ معلوم کیا کہ میں سڑک کے ایک طرف فرش زمین پر پڑا ہوں۔ اور کوئی آدمی لالٹین ہاتھ میں لئے ادھر ادھر چل رہا ہے۔ اسی دھندلی روشنی میں گاڑی ایک طرف کھڑی ہوئی نظر آئی۔ مگر چلنے والے کے پاؤں کی چاپ کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ انتشار ذہنی کے باعث وہ تھوڑی دیر تک کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا۔ اس کے بعد خطرہ کا احساس غالب ہوا اور وہ اس خیال سے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کہ شاید کسی تازہ واقعہ سے صحیح حالات کا علم ہو سکے۔

اس وقت سر میں شدت کا درد ہو رہا ہے۔ آکنیٹین کو بار اول یاد آیا۔ کہ میں کسی شخص کے وار سے بیہوش ہو کر گرا تھا۔ خوش قسمتی سے اس کا سر ٹوپی میں چھپا ہوا تھا۔ ورنہ عجب نہیں کہ وار مہلک ثابت ہوتا۔ جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ اس ایک آدمی کے پاؤں کی آواز کے سوا جو لالٹین ہاتھ میں لئے پھر رہا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ گھوڑوں کے ہنہنانے یا زمین پر سم مارنے یا ساز کے چرچرانے کی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔ اور یہ امر چنداں باعث حیرت بھی نہ تھا۔ کیونکہ لالٹین کی روشنی میں میریڈتھ نے جلدی ہی دیکھ لیا۔ کہ گھوڑوں کو گاڑی سے جدا کر دیا گیا ہے۔ اور وہ اس وقت وہاں نہیں ہیں۔ رفتہ رفتہ دماغ کو تقویت ہوئی تو اس نے پہلی مرتبہ یہ بھی معلوم کیا۔ کہ لالٹین ایک عورت کے ہاتھ میں ہے۔ جو ہاتھ میں لکڑی لئے بڑی آہستگی سے ادھر ادھر پھر رہی ہے۔ فرش زمین پر بیٹھے ہوئے وہ اس کا چہرہ تو نہ دیکھ سکا۔ مگر اس نے معلوم کیا کہ وہ کوئی ضعیف و سن رسیدہ عورت ہے۔ اور اس کی پیٹھ بڑھاپے سے کبڑی ہو چکی ہے۔

تھوڑی دیر اس طرح چپ چاپ لیٹے ہوئے کہ اس پر [illegible] تک کا گمان نہ ہوتا تھا۔ میریڈتھ اس کی نقل و حرکت کو بغور دیکھتا رہا۔ ڈرتا تھا کہیں یہ بھیانک سیاہ کار بدمعاشوں سے ملی ہوئی نہ ہو جنہوں نے رہزنی کی تھی۔ اور اب مجھے دیکھ کر انہیں پھر آواز نہ دے۔ اس وقت تک اسے بالکل معلوم نہ تھا کہ رہزنوں نے کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ مگر دل میں بدترین اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔ کیونکہ ایک تو نوکر اور چابک سوار کہیں نظر نہ آتے تھے۔ دوسرے جوڈتھ اور بنڈ دونوں کی آواز بھی اب تک یا وتیر آہستگی۔ بڑی آہستگی کے ساتھ کہنی کے سہارے اٹھ کر اس اندھیرے میں جہاں فقط ایک لالٹین کی روشنی جگنو کی چمک کی طرح نظر آتی تھی۔ اس نے بغور دیکھنے کی کوشش کی۔ اب وہ عجوزہ کسی چیز کو جھک کر دیکھ رہی تھی جو آکنیٹین نے سمجھا کوئی سیاہ چیز لالٹین کے نیچے پڑی ہوئی ہے۔ دفعتاً اس کے دماغ میں ایک ہولناک اندیشہ پیدا ہوا۔ اور وہ اس کے اثر سے سر سے پیر تک کانپنے لگا۔ مگر اس خوف نے [illegible]

کی۔ اور اس کی کپکپی یہ دیکھ کر اور بڑھی کہ لالٹین کی روشنی ایک سپید چہرہ کو نمایاں کر رہی ہے۔ اور یہ چہرہ اس بدنصیب نوکر کا ہے۔ جو سفر میں اس کے ساتھ آیا تھا!

میر مدیقہ کے لئے اب تابِ صبر باقی نہ رہی۔ وہ کر بے تحاشا اس بڑھیا کی طرف جھپٹا۔ اس نے اسے دیکھکر خوف سے چیخ ماری۔ مگر آگسٹین نے اس کا بازو پکڑ کر زور سے ہلاتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا "سیاہ کار ملعونہ۔ کیا تو ان مُردوں کو لوٹ رہی ہے۔ جنہیں تیرے ساتھی ہلاک کر گئے ہیں!"

"خدا نہ کرے۔ بیٹا میں ایسی بے رحم نہیں ہوں" بڑھیا نے ایسے ضبط کامل سے جواب دیا۔ کہ میر مدیقہ کو فوراً اس کی بے گناہی کا یقین ہوگیا۔ "میں تو اس جگہ فقط تم لوگوں کی مدد کرنے آئی تھی۔ مگر دیکھتی ہوں کہ بجز ان کے سب مجھ سے پہلے ہی بہتی بھی انسانی امداد سے باہر جاچکے ہیں۔"

"اف۔ کیا سچ کہتی ہو!" میر مدیقہ نے ان لفظوں کو سن کر کانپتے ہوئے کہا۔ "مگر ٹھیرو۔ مجھے دیکھنے دو۔"

اس نے بڑھیا کے ہاتھ سے لالٹین چھین لی۔ اور اسکی روشنی میں دیکھا کہ وہ حقیقت میں ایک نہایت کہن سال عجوزہ ہے جس کا چہرہ بھیانک۔ خوفناک اور موجودہ حالت میں جب وہ مردوں کے درمیان غول بیابانی کی طرح پھر رہی تھی۔ اور بھی قابل نفرت معلوم ہوتا تھا۔ ادھر آگسٹین نے جس کے دل میں اپنے ساتھیوں کی نسبت بدترین اندیشے پیدا ہورہے تھے۔ اس خیال سے لالٹین کو اونچا اٹھایا۔ کہ دیکھوں ان غریبوں کا کیا حال ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ سب کے سب ہی ہلاک علام ہوچکے ہیں نوکر کی لاش گاڑی کے لگے پہیے کے پاس پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ماتھے میں گولی کا نشان تھا۔ اور زخم کی راہ سے اب تک قطرات خون بہ رہے تھے۔ اس سے تھوڑی دور چابک سواروں میں سے ایک کی لاش نظر آئی جس کا سر لاٹھی کی ضرب سے چکنا چور ہو چکا تھا۔ دوسرے آدمی کی لاش ایک کٹے ہوئے درخت پر پڑی تھی جسے کاٹ کر اس طرح گرایا گیا تھا۔ کہ سڑک بالکل رکی ہوئی تھی۔ آگسٹین کو اب معلوم ہوا کس لئے گاڑی دفعتاً ٹھیر گئی تھی جس طریقہ پر اس بدنصیب کی لاش پڑی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کے دفعتاً رک جانے سے وہ اچھل کر کٹے ہوئے درخت پر گرا۔ اور جب کسی نے اس کو بھی ہلاک کر دیا۔ بظاہر اس کی موت بھی کھوپری پھٹنے سے واقع ہوئی تھی

نوجوان امیر نے اس ہولناک منظر کو جو رات کی تاریکی میں زیادہ بھیانک اور پرخوف معلوم ہوتا تھا۔ لالٹین کی روشنی میں دیکھا تو اس کا بدن بے اختیار کانپنے لگا۔ جیسا بیان کیا جاچکا کہ

گھوڑے کہیں نظر نہ آتے تھے - اور اب زیادہ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا - کہ اس کے اپنے دو نوکر کے ٹرنک بھی غائب ہیں - یکایک اس نے اپنے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا - تو اس کی گھڑی - بٹوہ - پاکٹ بک جس میں نوٹ تھے - یہاں تک کہ اس کی انگوٹھیاں بھی گم نظر آئیں - لوٹ مار کی وسعت کا کچھ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے - کہ اس کی واسکٹ کی جیب میں سونے کا بنا ہوا ایک پنسل کیس تھا - ڈاکو اس کو بھی اڑا لے گئے - میریڈیتھ نے نوکر کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو وہ بھی خالی تھیں - ساری تحقیقات چند منٹ کے عرصہ میں ختم ہو گئی - ان بھیانک تفصیلات کی تحقیق میں بہت وقت صرف نہیں ہوا - اور اس عرصہ میں آگسٹین نے کہن سال بڑھیا کو نظروں سے پوشیدہ نہیں ہونے دیا - اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتی تو یہ ضرور اس کو پکڑ لیتا - اور سمجھتا کہ وہ بھی ان لٹیروں سے ملی ہوئی ہے - جنہوں نے واردات کی تھی - مگر وہ بڑے اطمینان سے چپ چاپ کھڑی تھی -

دیکھ بھال سے فارغ ہو کر آگسٹین پھر اس کے پاس گیا - اور لالٹین کو اونچا اٹھا کر اس گھناونی صورت کو بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگا "اے عورت سچ بتا تو یہاں کیسے آئی ؟"

"بیٹا خدا تمہارا بھلا کرے - میں پاس ہی ایک جھونپڑی میں رہتی ہوں" بڑھیا نے بھدے پن سے جواب دیا - "شور وغل کی آوازیں سن کر میری بھی آنکھ کھل گئی - اور حال معلوم کرنے کو اس طرف چلی آئی میرا خیال تھا شاید کوئی گاڑی الٹ گئی ہے - مگر یہاں آنے پر معلوم ہوا - کہ یہ تو اچھی خاصی رہزنی کی واردات ہے - اب میں لالٹین کی روشنی میں یہ دیکھ رہی تھی - کہ زخمیوں میں سے کوئی زندہ بھی ہے یا نہیں - کہ اتنے میں تم میرے پاس آ گئے -"

یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ پر کوئی مشتبہ تبدیلی پیدا نہ ہوئی - اور گو اس کی صورت قابل نفرت اور مکروہ تھی - تاہم بادی النظر میں وہ اس سادگی سے محروم نہ تھی - جو دیہات کی گنوار عورتوں میں پائی جاتی ہے - اس کے کپڑے ادنےٰ قسم کے تھے - اور بحالات ظاہرہ وہ کوئی نہایت غریب عورت تھی - میریڈیتھ کو اس کے لفظوں میں صداقت کی بو آئی - اور وہ اس بیان کو صحیح ماننے کے لئے تیار ہو گیا -

"واردات بڑی خوفناک ہے" اس نے پریشانی کے لہجہ میں کہا - "اور میں نہیں جانتا - کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے - کیا آس پاس یا جنگل کے پرے پر کوئی بستی نہیں ہے ؟"

"بیٹا اس سنسان ویرانہ میں بستی کہاں" بڑھیا نے جواب دیا "صرف چند جھونپڑیاں ہیں ایک

دوسرے سے بہت فاصلہ پر بنی ہوئی ہیں۔ مگر ان میں میری طرح غریب آدمی رہتے ہیں۔ البتہ ممکن ہے۔ پولیس کے آدمی تھوڑی دیر تک اس طرف سے گذریں۔۔۔"

"تو کیا یہ جگہ پہلے ہی بدنام ہے؟" میرٹھیؔ نے پوچھا۔

"ہاں۔ ایسی وارداتیں اس سے پہلے بھی کبھی کبھی ہوا کرتی ہیں" عورت نے جواب دیا۔ مگر چور ہمیشہ اسکے دکے مسافروں پر وار کرتے تھے۔ ایسی بھیانک وارداتیں تو کبھی میرے سننے میں نہ آئی تھی۔ حالانکہ مجھے بھی اس جنگل میں رہتے مدت گذر گئی ہے۔ جن دنوں میرا شوہر۔ خدا اسے جنت نصیب کرے۔ زندہ تھا۔ اس وقت سے ہم اس جگہ رہتے ہیں۔ مگر ایسی خونریزی کبھی کاہے کو سننے میں آئی تھی۔ میرا خیال ہے رہزن کسی جگہ سے آکر اس جنگل میں چھپ گئے ہیں۔ مگر امید ہے پولیس بہت جلد ان کا کھوج لگا لے گی۔"

میرٹھیؔ اس لمبی تقریر کو چپ چاپ سنتا رہا۔ حقیقت میں وہ اس عورت کی صورت سے اس بات کا اندازہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ اس کا بیان کس حد تک قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ وہ اس گنواری لہجہ میں باتیں کرتی تھی۔ جو دیہات کے اکثر لوگوں سے مخصوص ہوتا ہے۔ اس کے لہجہ سے میرٹھیؔ کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی غریب مگر شریف عورت ہے۔

"لیکن مائی ان جھونپڑیوں میں جن کا تم ذکر کرتی ہو۔ کہیں گھوڑا بھی مل جائے گا؟" اس نے پہلے سے نرم لہجہ میں دریافت کیا۔ میں چاہتا ہوں اس پر سوار ہو کر اسی گاؤں میں واپس چلا جاؤں۔ جو اس جنگل کے اس پار واقع ہے۔۔۔"

"گھوڑا!! ارے بیٹا ہم غریبوں کے پاس گھوڑوں کا کیا کام!" عورت نے بھولے پن سے جواب دیا۔ "اس جنگل کے رہنے والے سب میری طرح بے زر ہیں۔ اور ہماری زندگی بڑی مشکلوں سے بسر ہوتی ہے۔ یعنی مرد جنگل سے لکڑیاں توڑ لاتے ہیں۔ اور ان کو بیچ باچ کر گذران کرتے ہیں۔"

"تب کیا کرنا چاہیئے؟" میرٹھیؔ نے حالت اضطراب میں کہا۔

اس کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ ایک طرف یہ خوف کہ اگر میں کسی گاؤں کی تلاش میں پیدل چلا تو کیا عجب رستہ میں پھر وہی ڈاکو مل جائیں۔ انہوں نے پہلے ہی میری ہلاکت میں کسر نہ چھوڑی تھی اور اب تو یقیناً زندہ نہ بچنے دیں گے۔ اور اگر اسی جگہ ٹھہر کر پولیس کا انتظار کیا۔ تو یہ اندیشہ کہ رہزن پھر اس جگہ واپس نہ آجائیں۔ اپنی عمر میں پہلی بار میرٹھیؔ کو وہ حالت پیش آئی جس میں عقل و خرد کام نہیں کرتے اور دماغ ہر قسم کی رہبری سے معذور ہو جاتا ہے۔ بدن زخموں سے نڈھال ہو رہا تھا چہرے تک خون

مال و زر مفقود ۔ پروانۂ راہداری تک غائب ۔ سوال یہ تھا کہ دوسرے گاؤں میں پہنچ بھی گیا تو کیا کرونگا؟ کسی کو اس بات کا یقین دلانا مشکل ہوگا کہ میں ایک انگریز افسر ہوں ۔ پہلے پڑاؤ پر معلوم ہوا تھا کہ وہ مکان جس میں زوا ۔ ایم ۔ سوانسن کے ہاں ٹھیری ہوئی ہے ۔ اس جگہ سے قریباً پچاس میل دور ہے ۔ سفر جاری رہتا تو صبح سویرے اس جگہ پہنچنے کی امید تھی ۔ ناگہاں رستے میں یہ افتاد پیش آئی ۔ اپنی مصیبت کیا کم تھی کہ نوکر اور چار سپاہیوں کی موت نے اور بھی ملول و محزون کر دیا ۔

دل سے کہنے لگا ۔ "اس کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ رات اسی جنگل میں بسر کی جائے اگر کہیں سر چھپانے کو جگہ مل جائے تو یہ رات بسر کر کے پھر پچھلے پڑاؤ کو واپس چلا جاؤں گا ۔ وہاں کا راستہ دور نہیں پچاس تک ہے ۔ دل تو امید ہے ۔ وہی آتنا دیہہ قرض دے دیگا جس سے میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں ۔ بالفرض ایسا نہ ہوا تو کیہ مقامی اہلکار سے مدد مل سکے گی ۔ یہ امید بھی بر نہ آئی ۔ تو پھر اسی گاؤں میں ٹھیر کر زوا کو خط لکھ دوں گا ۔ اور اس کے جواب کا انتظار کروں گا ۔"

اس طرح ایک حد تک عزم مصمم کرنے کے بعد وہ پھر اسی بڑھیا کی طرف مڑا جس کی لالٹین اس نے واپس دے دی تھی ۔

کہنے لگا ۔ "بڑی بی میرے پاس جتنا زر و مال تھا سارا ڈاکو لے گئے ۔ اب اگر کوئی مجھ پر احسان بھی کرے ۔ تو میں اس کا معاوضہ کیا دے سکتا ہوں ؟ ان جھونپڑوں کے رہنے والوں میں کوئی خدا کا نیک بندہ ایسا بھی ہے جو للہ مجھے ایک رات کے لئے پناہ دے سکے ؟"

"کیوں نہیں بیٹا" بوڑھی عورت نے جلدی سے کہا "بے شک ہم لوگ غریب ہیں ۔ مگر بے حمیت نہیں ہیں ۔ ۔ ۔"

"آفرین ہے ایسی غریبی پر صد ہزار آفرین ہے ۔" میریڈیتھ نے جوش سے کہا "تمہارے خیال میں سب سے قریب جھونپڑی کس کی ہے ؟"

"قریب کی پوچھتے ہو ۔ تو میری اپنی جھونپڑی بھی بہت دور نہیں ۔" عورت نے جواب دیا ۔ "اگر یہیں جگہ چلنا منظور کرو تو جو تھوڑی بہت خدمت ہم لوگوں سے ممکن ہے کریں گے ۔ پر اتنا میں پھر کہتی ہوں کہ ہم غریبوں کو صرف اوڑھنے بستر اور دانے تر خوراک میسر ہے ۔ رہ گیا معاوضہ کا سوال ۔ تو بیٹا اس کی ہم لوگوں کو جو بستی سے دور قدرت کی زندگی بسر کرتے ہیں کچھ حاجت نہیں ۔ جاتے ہوئے شکریہ کا ایک لفظ بھی کہہ دوگے تو ڈیم باکٹ اسی سے خوش ہو جائے گی ۔"

"نیکدل ڈیم باکٹ میں تمہارا احسان عمر بھر نہ بھولوں گا ۔" میریڈیتھ نے جواب دیا ۔ "بلکہ اس کا

بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جونہی حالات نے اجازت دی میں نقد معاوضہ پیش کر کے بار احسان کو ہلکا کرنے کی کوشش کروں گا۔ مگر چلنے سے پہلے ہمیں ان بدنصیب لاشوں کا ضرور کچھ انتظام کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو جنگل کے شکاری پرندے یا حشرات الارض انکی بے حرمتی کریں۔ تم ذرا لالٹین تھامے رہو۔ میں ان سب کو اٹھا کر گاڑی میں رکھ دیتا ہوں۔"

یہ کام ہو چکا۔ تو میریڈیتھ نے کہا۔ "نیک عورت اب چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ رات بہت جا چکی ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیئے۔"

ڈیم راکٹ لالٹین ہاتھ میں لئے لکڑی کے سہارے چلتی آگے ہولی۔ اور لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ وہ کم و بیش ایک میل تک گھنے جنگل میں چلتے رہے۔ مگر جب فاصلہ نے طوالت اختیار کی۔ تو میریڈیتھ کو خیال آیا کہ اگر اس عورت کی جھونپڑی اتنی دور واقع ہے۔ تو آوازوں کا شور اس کے کانوں تک کس طرح پہنچا ہو گا۔ یہی سوچ رہا تھا۔ کہ بڑھیا ایک اونچے جھونپڑی کے دروازہ پر رکی۔ جنگل کی روئیدگی میں یہ جگہ اس طرح چھپی ہوئی تھی۔ کہ اگر کوئی شخص دن کے وقت بھی یہاں سے گذرے۔ تو بالکل پاس آئے بغیر اس کی موجودگی سے خبردار نہ ہو سکتا تھا۔ بڑھیا نے دروازہ کھول دیا۔ اور آکٹیوین اس کے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہوا۔

یہ جگہ دو حصوں پر منقسم تھی۔ ایک میں جنگل کی خشک جھاڑیوں اور چری ہوئی لکڑیوں کا انبار تھا۔ اور دوسرے میں جو پہلے سے کسی قدر بڑا تھا۔ دنیا قسم کا متفرق سامان رکھا ہوا تھا۔ اسی جگہ ایک کونے میں بستر بچھا ہوا تھا۔ اور ایک کھلی ہوئی الماری کے اندر معمولی قسم کی خوراک نہایت قلیل مقدار میں موجود تھی۔

"بیٹا میں اس جگہ ان لوگوں کی عنایت اور مہربانی سے غریبی کے دن پورے کرتی ہوں۔ جو یہاں آس پاس رہتے ہیں۔" ڈیم راکٹ نے کہا۔ "وہی مجھکو لکڑیاں لا دیتے ہیں اور انہی کے طفیل زندگی کی باقی ضرورتیں پوری ہو رہتی ہیں۔ ان کی بے غرضانہ خدمت اس بات سے ظاہر ہے کہ بارہا جھونپڑی میں واپس آتی ہوں تو میز پر ڈبل روٹی کا ٹکڑہ پنیر یا شکار کی قسم سے کوئی چیز پڑی ہوئی پاتی ہوں۔ یہ بھی نہ ہو تو خدا معلوم میری گذران کیسے ہو۔"

"اف کتنی مصیبت ناک زندگی!" میریڈیتھ نے اپنے آپ سے کہا۔ "ہم لوگ جو عالی شان شہروں میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان تکلیفوں کو کس طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے غریب بھائیوں کو روح و تن کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے برداشت کرنی پڑتی ہیں۔"

"خدا جانتا ہے میں بالکل سچ کہتا ہوں ۔" میریڈیتھ نے فرشِ زمین سے اٹھتے ہوئے کہا ۔ "پیاری میرے الفاظ میرے دلی خیالات کے ترجمان ہیں ۔"

دونو پھر بغلگیر ہوئے ۔ اور انہیں وہ سچی خوشی محسوس ہوئی جسے الفاظ قلمبند کرنے سے قاصر ہیں ۔ دونو فردوسِ راحت کے مزے لے رہے تھے ۔ یہ خوشی روز لیسی خستہ تن نازنین کے لئے حدِ برداشت سے باہر تھی ۔ اور اس کا اثر لازماً اس کے دل پر ہوا ۔ ان حالات سے بے خبر جن میں آکٹیوین اسے تلاش کر آیا اور جنہوں نے اس کی حالت میں یہ انقلابِ عظیم پیدا کیا تھا ۔ اس نے شوہر کے ہر لفظ کو صحیح تسلیم کیا یعنی اسے یقین ہو گیا کہ اس کا اظہارِ محبت سچا ہے ۔ اس کی موجودگی نے اس خیال کی تصدیق کی ۔ اور نشۂ محبت سے سرشار حسینہ اس طرح بے بس ہو کر اس کے آغوش میں گر گئی جیسے شاخ بید تیز رفتار ندی کے مصفا پانی پر بہتی جا رہی ہو ۔ فرطِ مسرت سے دماغ میں چکر آ گیا ۔ اور قریب تھا کہ وہ اس انتہائی خوشی کو برداشت نہ کر کے بے ہوش ہو جاتی ۔ مگر ہم آخر میں اس نے حواسِ معطل کو تازہ کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہو گئی ۔

"اوہ ۔ پیارے پیارے آکٹیوین !" اس نے اس کی چھاتی پر سر رکھ کر مدھم لیکن فرطِ مسرت سے شیریں آواز میں کہا ۔ "آج کا دن مجھ کم نصیب کے لئے کتنا مبارک ہے ! اور ابھی کل ۔ ۔ ۔ واقعی مجھے سمجھنا چاہیئے کہ کل جو گذری تھی ۔ اس نے میرے حالات میں ایک قابلِ رشک خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی ہے ۔ ۔ ۔ "

"کل جو گذری ہے ۔ ۔ ۔ ؟" آکٹیوین نے انداز حیرت سے کہا ۔ "پیاری روز میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"

"پیارے کل تک میں سمجھتی تھی ۔ کوئی خفیہ بیماری گھن کی طرح میرے جسم و جان کو کھا رہی ہے ۔" روز نے جواب دیا ۔ "میرا خیال تھا ۔ کہ تپِ دق کے مہلک اثرات میرے ہر رگ و ریشہ میں پیوست ہو چکے ہیں ۔ اور میں اس دنیا میں فقط چند دن کی مہمان ہوں ۔ آکٹیوین تمہاری محبت ۔ تمہاری سچی راحت کے لئے میں دست بدعا تھی کہ اس جانِ حزیں کا جلد تر خاتمہ ہو ۔ مگر ایک لائق طبیب کی تشخیص نے مجھے یقین دلا دیا کہ یہ تمام اندیشے باطل تھے ۔ ۔ ۔ "

"اس خوشخبری کے لئے میں قادرِ مطلق کا صد ہزار شکریہ ادا کرتا ہوں ۔" میریڈیتھ نے جوش سے کہا ۔ "پیاری روز یہ جاننا میری مسرت کو سو گنا ترقی دیتا ہے کہ تم ہر طرح صحیح اور تندرست ہو اور فضلِ ایزدی سے عمرِ طبعی حاصل کرو گی کہ تمہارا خطاوار شوہر اپنے عمل سے سچی پشیمانی کا اظہار کر سکے ۔ روز کیا تم خیال کرتی ہو ۔ میں اس بے نظیر قربانی ۔ اس ایثارِ عظیم سے بے خبر ہوں ۔ جو تم نے میرے لئے کیا ؟ مجھ بدنصیب نے تم پر بہت سختیاں کی ہیں ۔ ۔ ۔ "

"جان سے پیارے شوہر ۔ خدا کے لئے اس انداز سے گفتگو نہ کرو ۔" لیڈی آکٹیوین نے جلدی سے

قطع کلام کرکے کہا "تمہاری خوشی برقرار رکھنے کے لیے مجھے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ تھا مگر یہ بتاؤ۔ ۔ ۔"

"پیاری میں شروع سے آخر تک سب حال تم سے بیان کرتا ہوں" نوجوان امیر نے کہا "مگر ایسا کرنے میں مجھے ایک ایسا نام لینا پڑتا ہے ۔ ۔ ۔"

"میں سمجھ گئی۔ تمہارا اشارہ کرسٹینا اسٹن کی طرف ہے۔" زو نے کہا "مگر آگسٹین خدا کے لیے کوئی ایسی بات نہ کہنا جس سے میں اس عزیز لڑکی کو اپنی سچی سہیلی سمجھنے کی بجائے ۔ ۔ ۔"

"زو" نوجوان امیر نے انداز حسرت سے کہا۔ "اس میں شک نہیں کہ کرسٹینا ہر طرح نیک اور پاک باز ہے۔ اور اگر ایسی نہ ہوتی تو شاید میں انسان کے چہرہ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیتا۔ مگر۔ ۔ اسے ایک اور شخص سے عشق ہے ۔ ۔"

"اور شخص سے!" زو نے حیرت اور خوشی کے لہجہ میں پوچھا۔ کیا سچ کہتے ہو؟ اب تک جو کچھ میں نے سمجھا وہ کیا غلط فہمی تھی؟ ۔ ۔ ۔"

"کچھ بھی ہو۔ اسکو ایک اور شخص سے محبت ہے۔" میرڈیتھ نے قطع کلام کرکے کہا۔ "اور اس کا مجھے کامل اور ناقابل تردید ثبوت مل چکا ہے۔ بس یہی وہ واقعہ تھا جس نے مجھے خواب راحت سے بیدار کیا جس نے میری فرضی امیدوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ معلوم کرتے ہی کہ مجھے کتنا بھاری مغالطہ ہوا تھا میں فوراً تمہاری تلاش میں فرانس کو روانہ ہوا۔ کیونکہ میں نے تمہارے قدموں میں گر کر سچے دل سے معافی مانگنے کا عہد کر لیا تھا۔ پیاری زو میں خوب جانتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے سچی محبت ہے۔ اور محبت تمام خطائیں بخش دیتی ہے۔"

"آہ آگسٹین۔ میرا دل کبھی تمہاری طرف سے مکدر نہیں ہوا۔" زو نے جواب دیا۔ "اور میں درخواست کرتی ہوں کہ جو وقت گذر گیا۔ اس پر کوئی افسوس یا پشیمانی ظاہر کرنے کی حاجت نہیں ہے"

"زو تم سچ مچ فرشتہ ہو۔" میرڈیتھ نے پر جوش لہجہ میں کہا۔ "آہ۔ میں کتنا بدنصیب تھا۔ کہ ایسے نرم اور محبت بھرے دل کو ٹھیس لگانے پر آمادہ ہوا۔ مگر میں عہد کرتا ہوں کہ میری عمر کا باقی حصہ تمہارے لئے سچی خوشی بہم پہنچانے میں بسر ہوگا۔ ایسا کرنا میرا فرض ہے۔ اور میں اس فرض کو دلی شوق سے انجام دوں گا۔ مگر زو۔ تمہارا یہاں آنا کیسے ہوا؟ کیا تمہاری سہیلی کی شادی ہو چکی اور تم انہی کے ساتھ جا رہی ہو؟"

"ہاں پیارے شادی کی رسم بے شک ادا ہو چکی۔ مگر تمہیں اس کا حال کیسے معلوم ہوا؟ میں

نے وہ آخری خط جس میں اس شادی کا ذکر درج تھا۔ صرف چند دن پیشتر لکھا تھا۔ اور وہ تمہارے جانے سے پیشتر لندن نہیں پہنچا ہوگا۔"

"یہ سچ ہے کہ تمہارا خط میری روانگی تک لندن نہیں پہنچا تھا" میرڈیتھ نے کہا "مگر مجھے اس شادی کی خبر اتفاقاً ایک اور ذریعے سے مل گئی۔ اس کے بعد اس جگہ تمہاری موجودگی اور ہوٹل کے دروازہ پر سفری گاڑیوں کا انتظار اس بات کا ثبوت تھا۔۔۔"

"تمہارا خیال صحیح ہے" لیڈی آکٹیوین نے تسلیم کیا "میں واقعی دلہن کے ساتھ جا رہی ہوں۔ آج ہی صبح میری پیاری بہن کلیرین کی شادی وائیکونٹ ڈیلارم سے ہو چکی ہے۔"

اچھا اور تمہارے علاوہ اور کون ان کے ساتھ ہے؟" میرڈیتھ نے پوچھا۔

"ایک گاڑی میں دولہا دلہن کے ساتھ میں بیٹھی ہوں۔ دوسری میں وہ مجسٹریٹ ہے جس نے نکاح نامہ کی تصدیق کی تھی۔ اور جو اپنی بی بی کے ساتھ محض اس کام کے لئے فونٹین بلیو سے یہاں آیا تھا۔ یہ شخص الفرڈ ڈیلارم کا بہت گہرا دوست ہے۔ اور محض رسم شادی میں حصہ لینے یہاں آیا تھا۔ اسی گاڑی میں ان میاں بی بی کے ساتھ ایک اور شخص ہیرن دوا مارگا سوار ہے۔ اسے بھی شادی کی تقریب پر مدعو کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ بعد از وقت پہنچا۔ شاٹو کے پاس ایک شریف آدمی رہتا ہے۔ اسکی لڑکیوں نے گاؤں کے پادری کی تحریک پر دلہن کی سہیلیوں کا فرض ادا کیا تھا۔ اور اب ہم دولہے ابھی کچھ عرصہ اسی پرانے مکان یعنی شاٹو میں ہی قیام کریں گے۔۔۔ مگر پیارے آکٹیوین تم گہری فکر میں ہو؟ کیا بات ہے۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

"میں فقط یہ سوچ رہا تھا کہ ایسے مکمل انتظام میں میری موجودگی خلل انداز ثابت ہوگی" آکٹیوین نے جواب دیا "تمہارے خطوں سے اس دوستی کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ جو وائیکونٹ ڈیلارم اور تمہارے درمیان ہو چکی ہے۔ تم کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کا وعدہ کر چکی ہو۔ اب جدا ہو گی تو انہیں رنج پہنچے گا۔۔"

"مگر جدا ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" زو نے سوال کیا "پیارے آکٹیوین تم غیر نہیں ہو۔ تم بھی ہمارے ساتھ رہو۔ کلیرین کو ہمارے ملاپ سے سچی خوشی ہوگی۔ وہ تمام حالات سے واقف ہے۔ اور شاید تم یہ جان کر خفا نہ ہو گے مگر میں نے سب حال اس سے کہہ دیا تھا۔۔۔"

"جان سے پیاری زو۔ میں تمہاری کسی بات سے خفا نہیں ہوں۔ لیکن خیال آتا ہے کہ یہ بے جا مداخلت۔۔۔"

"مداخلت کچھ نہیں" زو نے کہا "بلکہ مجھے یقین ہے کہ وائیکونٹ ڈیلارم بھی تم سے ملکر بہت

خوش ہوں گے۔ اور تمہیں ساتھ چلنے پر مجبور کریں گے۔ اس جگہ ہمارا قیام بالکل مختصر تھا۔ صرف تازہ دم گھوڑے حاصل کرنے کے لئے آدھ ایک گھنٹہ ٹھہرنا پڑا۔ اس لئے آؤ۔۔۔"

"پیاری زو ٹھہر جاؤ۔" آکٹیوین نے کہا۔ "کل رات جب میں تم سے ملنے آرہا تھا۔ ایک ہولناک جرم کا ارتکاب ہوا۔ وہ تو سچ پوچھو تمہاری آرزوئے دید نے میری جان بچالی ورنہ۔۔۔"

"اُف! پیارے آکٹیوین۔ کیا واقعی تم ایسے خطروں سے گذر کر میرے پاس آئے ہو۔" اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح اس کے سینے سے لگ گئی گویا ڈرتی تھی کہیں وہ پھر مجھ سے جدا نہ ہو جائے۔

میرڈیتھ نے جنگل کے سانحہ کا حال مفصل بیان کیا جسے زو نے خوف سے لرزہ براندام ہو کر سنا۔ تھوڑی دیر وہ اسی کمرہ میں سچی محبت سے بغلگیر رہے۔ اس کے بعد اس جگہ چلے گئے۔ جہاں دلہا دلہن اور ان کے دوست جمع تھے۔

زو نے اپنے شوہر کا وائیکونٹ ڈیلارم اور کلیرین سے تعارف کرادیا۔ اور دونوں نے اس کا سچی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ اس کے بعد باقی حاضرین سے رسم تعارف ادا کی گئی۔ اور اس موقعہ پر کلیرین نے زو کو علیحدہ لے جا کر دلی مبارکباد بھی دی۔

آکٹیوین کا تعارف سب سے پہلے دیہاتی مجسٹریٹ اور ایکی بی بی سے کرایا گیا۔ یہ دونو متوسط العمر نیک نہاد اور نہایت خوش اطوار تھے۔

"اور اب مائی لارڈ۔" وائیکونٹ نے آکٹیوین سے کہا "میں آپکا تعارف اپنے سچے دوست بیرن ڈامارگا سے کراتا ہوں جنہوں نے مختلف اوقات میں میرے حال پر بے شمار عنایات کی ہیں۔"

بیرن ڈامارگا کی عمر قریباً ۴۰ سال۔ قامت دراز اور شکل و صورت وجیہ تھی۔ لباس خوشرنگ بال سیاہ اور مونچھیں صحیح فوجی انداز رکھتی تھیں۔ مجموعی طور پر وہ ایک بارعب آدمی تھا۔ گو اس کے ساتھ اس کے اطوار میں وہ دلکشی اور خوش مزاجی بھی پائی جاتی تھی۔ جو انسان کو بہت جلد ہر دلعزیز بنا دیتی ہے۔ تعارف کے بعد اس نے لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ سے بے تکلفانہ گفتگو شروع کر دی اور دونوا بھی باتیں کر رہے تھے۔ کہ نوکر نے حاضر ہو کر گاڑیوں کے تیار ہونے کی خبر دی۔

جیسا زو کا خیال تھا۔ وائیکونٹ نے لارڈ آکٹیوین سے فونٹین بلو تک ساتھ چلنے کے لئے باصرار درخواست کی اور کہا وہ بھی آپ ہی کا گھر ہے۔ چند دن ہماری خاطر سے قیام فرمائیے۔ چونکہ زو کی خوشی بھی اسی میں تھی۔ اور گاڑی میں ایک آدمی کی جگہ بھی خالی تھی۔ اس لئے آکٹیوین کو یہ درخواست مانتے ہی بن پڑی۔

مگر اس نے کہا۔ صاحب میں عجیب رنجیدہ حالات میں آپ کی جماعت کا شریک ہوتا ہوں۔ نہ میرے ساتھ نوکر ہے۔ نہ کپڑا کہ لباس تبدیل کرسکوں۔ یہاں تک کہ وہ روپیہ بھی جو اس وقت میرے پاس ہے۔ ایک دوست نے قرض دیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ کل رات قریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر جنگل میں رہزنی کی ایک ہولناک واردات ہوئی جس میں میرا نوکر اور دو آدمی جو گھوڑے چلاتے تھے۔ ہلاک ہو گئے اور میری اپنی جان بمشکل تمام بچی۔"

اس خبر کو سن کر حاضرین میں سے ہر شخص نے حیرت تعجب کا کلمہ بلند کیا۔

"میں ڈاکوؤں کے وار سے بے ہوش ہو گیا۔" آگیٹوین نے سلسلہ بیان جاری رکھ کر کہا۔ "اور آخر جب ہوش میں آیا تو ایک غریب دیہاتن بڑھیا نے مجھے اپنی جھونپڑی میں پناہ دی۔ آج صبح میں اس گاؤں میں پہنچا جو جنگل کے سرے پر واقع ہے اور وہاں کے میئر سے ہنڈی لکھ کر زادِ راہ کے لئے روپیہ قرض لیا۔"

الفرڈ ڈیلارم کے چہرے سے خوف اور غصہ کے آثار نمودار تھے۔ کہنے لگا۔ "کیا ان بدمعاش لیٹروں کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا؟"

"آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ تین شخصوں کے قتل اور ایک کی مفروضہ ہلاکت کے بعد وہ کوئی نشان چھوڑ کر اپنی سلامتی کو کس طرح خطرہ میں ڈال سکتے تھے۔"

"اُس خوفناک جنگل سے ہمکو بھی گذرنا ہے۔" وائیکونٹ ڈیلارم نے کہا۔

"مگر دن کی روشنی میں خطرہ بہت کم رہ جاتا ہے۔" لارڈ آکٹیوین نے جواب دیا۔ "علاوہ بریں ہماری تعداد کافی ہے۔ اور لیٹروں سے اس کی بھی امید نہیں کہ ایک ہولناک واردات کے بعد اتنا جلد دوسری کی جرأت کریں۔ دراصل میں نے یہ حالات اس لئے بیان نہ کئے تھے۔ کہ آپ رستہ تبدیل کرنے پر مجبور ہوں۔ اور آپ کی سوچی ہوئی تجویز وں میں خلل آئے . . ."

"ہمارا ارادہ آج کی رات اس گاؤں میں بسر کرنے کا تھا۔ جو جنگل سے قریباً ۱ میل پرے واقع ہے"

"خیر تو اس پروگرام کو بحال رکھئے۔" لارڈ آکٹیوین نے کہا۔ "میں ایسا بزدل نہیں ہوں کہ ڈر کر رستہ بدلنے کا مشورہ دوں۔"

"علاوہ بریں" بیرن ڈابارگا نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "اس گاؤں کے سرائے دار کو جو جنگل سے پرے واقع ہے۔ کھانا اور آرام کی جگہ تیار رکھنے کی ہدایت کی جا چکی ہے۔"

غرض آخری فیصلہ یہی ہوا کہ سفر جاری رکھا جائے۔ اور سابقہ پروگرام میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔

باب ــــ ۱۳

نقلی نواب

سہ پہر کے تین بجے گاڑیاں پھر سفر پر روانہ ہوئیں۔ پہلی میں وائیکونٹ اور وائیکونٹس ڈیلارم اور لارڈ اور لیڈی آکٹیوین میریڈیتھ سوار تھے۔ دوسری میں بیرن ڈامارگا آنریری مجسٹریٹ، اور اس کی بی بی یہ تینوں بیٹھے تین نوکر اور تین خادمائیں جن میں سے دو ان کے ساتھ تھیں۔ اور ایک کلیرین کے۔ مساوی تقسیم کے ساتھ دونوں گاڑیوں کی چھتوں پر سوار ہو گئیں۔ تکمیل تفصیل کے لئے یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وائیکونٹ ڈیلارم نے شادی کی منظوری حاصل کرتے ہی ان گاڑیوں کو فونٹین بلو سے منگا لیا تھا۔ ورنہ شاید اس گاؤں میں جو شانڈی کے قریب آباد تھا سواری کا انتظام ہی نہ ہو سکتا۔

مختصر یہ کہ شام کے چھ بجے دو تو گاڑیاں اس گاؤں میں پہنچ گئیں۔ جو اس جنگل کے سرے پر واقع تھا جس میں شب گذشتہ قتل اور رہزنی کی واردات ظہور میں آئی تھی۔ جب گاڑیاں سرائے کے آگے ٹھیریں۔ تو معلوم ہوا کہ تازہ دم گھوڑے آدھ گھنٹے سے پہلے نہ مل سکیں گے۔ کیونکہ سرائے دار کے بیان کے مطابق گذشتہ ایک دو روز سے ان نواحات میں گاڑیوں کی غیر معمولی تعداد کا گذر ہوا تھا۔ اور چونکہ فرانس میں اس طرح کے گھوڑوں کی بہم رسانی کا انتظام سرکاری اختیار میں ہے۔ اور کوئی شخص ذاتی سرمایہ سے یہ کاروبار نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہاں ایسی دقتیں بارہا پیش آیا کرتی ہیں جیسی اس موقعہ پر ہمارے مسافروں کو پیش آئی۔

مجبوراً سب لوگ ناشتہ کرنے سرائے میں چلے گئے۔ مگر چونکہ وائیکونٹ ڈیلارم اس خیال سے سفر جلد طے کرنا چاہتا تھا۔ کہ عورتیں بیٹھی بیٹھی اکتا گئی ہونگی۔ نیز رات کے وقت جنگل سے گذرنا موجب تشویش تھا۔ اس لئے وہ اس تاخیر سے بہت برہم ہوا۔

بیرن ڈامارگا نے اسے بے چین دیکھ کر کہا "ٹھیرئیے میں معلوم کرتا ہوں ہمیں ابھی کتنی دیر ٹھیرنا پڑے گا۔"

"چلئے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں میرے لئے یہ انتظار نہایت تکلیف دہ ہے" لارڈ آکٹیوین میریڈیتھ نے کہا۔

"آپ ناحق تکلیف کرتے ہیں بس میری فہمائش کافی ہوگی۔"

"نہیں۔ میرے خیال میں وہ ہم سب کو مضطرب دیکھیں گے تو ضرور کسی انتظام پر مجبور ہونگے"

میرڈیتھ نے کہا۔ ایسی تاخیر بے حد تکلیف دہ ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ قانون کسی اور کو گھوڑے مہیا
کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔"

"خیر آپ اصرار کرتے ہیں۔ تو میں مجبور ہوں۔" بیرن نے اکتا کر کہا "میری رائے یہی تھی کہ اکیلا
ان لوگوں کو سمجھا دیتا۔ کیونکہ واقعہ میں الفاظ سے زیادہ یہاں روپے کی ضرورت ہے۔" اور یہ کہتے
ہوئے اپنی اس جیب کو جس میں بٹوہ تھا۔ پرمعنی انداز سے دھپ دھپایا۔

"چلیے میں دست بردار ہوتا ہوں" آکسٹیون نے انداز اخلاق سے سر جھکا کر کہا جس سے
یہ ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ آپ کے اصرار سے مجبور ہو کر میں ساتھ جانے سے باز رہوں گا۔

صاحب مجسٹریٹ اب تک چپ چاپ اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ اب اس میں حصہ لے
کر کہنے لگے "میرے خیال میں بیرن اس انتظام کو بہتر کر سکیں گے خصوصاً اس لیے کہ آپ" یہ الفاظ
انہوں نے لارڈ آکسٹیون میرڈیتھ سے مخاطب ہو کر کہے "ایک غیر ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور امید
نہیں کہ سرائے کے منتظم آپ کی باتوں پر توجہ دیں۔"

"اطمینان رکھئے میں اکیلا ہی سب کام اچھی طرح کر لوں گا۔" بیرن ڈامارگا نے کہا۔ اور وہ کمرہ سے
رخصت ہوا۔

مگر اس کے جاتے ہی آکسٹیون نے آواز دبا کر زو سے کہا۔ "تم تھوڑی دیر ان لوگوں سے باتیں
کرو میں ابھی واپس آتا ہوں۔ تم گفتگو کرتی رہو گی۔ تو انہیں میری غیر حاضری کا احساس نہ ہو گا۔ یا اگر
انہوں نے معلوم بھی کر لیا۔ تو اس پر اظہار حیرت نہ کریں گے۔"

لیڈی آکسٹیون نے اسی طرح کیا۔ اور میرڈیتھ دبے پاؤں کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے پر زو نے وائیکونٹ ڈیلارچ سے مخاطب ہو کر کہا "آپ کے دوست بیرن اس
خبر پر بہت بے چین نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ انہیں اپنے ترغیبی اقتدارات پر بہت اعتماد
ہے . . ."

"واقعی بہت بے باک آدمی ہیں۔ اور ان ادنے اہلکاروں کی حیلہ سازیوں کی پروا نہیں کرتے"

"غالباً آپ سے اور ان سے بہت عرصہ کی شناسائی ہے؟" زو نے سوال کیا۔

"ہاں ان سے میری ملاقات قریباً تین سال پیشتر میڈرڈ میں ہوئی تھی۔" وائیکونٹ نے جواب دیا "تب
ان کی نسبت ایک بڑی مالدار اور حسین عورت سے ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے بعد نہ معلوم دفعتاً کیا ہوا
نسبت فسخ ہو گئی۔ چونکہ خود بیرن نے اس معاملہ پر سکوت رکھا۔ اس لیے معمے کا حل کسی کو معلوم نہ ہو سکا

نگران کے دوستوں کا خیال تھا کہ اس خاتون کے متعلق کوئی بات ایسی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے شادی ناپسند کی۔ اور آخر انہی کی طرف سے نسبت ٹوٹ گئی۔ میڈرڈ میں رہتے ہوئے ایک بار انہوں نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اور سچ پوچھئے ہو تو اسی دن سے ہماری دوستی کا آغاز ہوا۔ ایک رات میں اپنے فرانسیسی صاحب کے مکان سے واپس آ رہا تھا۔ کہ راستہ میں تین چار بدمعاشوں نے حملہ کیا۔ اور میں بیہوش ہو کر گر گیا۔ جب ہوش آیا۔ تو دیکھا کہ بیرن مجھ پر جھکے ہوئے کھڑے ہیں۔ معلوم ہوا انہی نے میری جان بچائی۔ اگرچہ بدقسمتی سے چوروں کی آمد سے پہلے ہی میری جیب سے وہ پاکٹ بک نکال کر لے گئے جس میں بہت سے بنک نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ فی الحقیقت آپ کے آنے میں تھوڑی سی دیر بھی ہو جاتی۔ تو وہ لوگ یقیناً مجھے ہلاک کر دیتے۔"

"بے شک یہ ایسا احسان ہے جسے انسان مدت العمر نہیں بھول سکتا۔" صاحب مجسٹریٹ نے پُر اہمیت لہجہ میں کہا۔

"اور میں واقعی نہیں بھولا" وائیکونٹ ڈیلارم نے جواب دیا۔ "اس کے بعد بارسیلونا میں ہماری دوسری ملاقات ہوئی۔ درحقیقت میں نے ملک سپین کی بہت سیر و سیاحت کی ہے۔ اور اس کے بڑے بڑے شہروں میں ہو آیا ہوں۔ چند ماہ کٹیلونیا کے صدر مقام میں مقیم رہا۔ تو اس جگہ بیرن سے ہر روز ملاقات ہوتی تھی۔ ہم دونوں ایک ہی ہوٹل میں مقیم تھے۔ اور اس جگہ رہتے ہوئے ایک ہی طرح کے جرم کا شکار رہے۔"

"یعنی کیا؟" صاحب مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"بات یوں ہوئی کہ ایک روز بڑا شاندار کلیسائی جلوس تھا۔ میں دن بھر اسے دیکھنے میں مشغول رہا۔ اور ایک مجھی پر کیا موقوف ہے۔ ہوٹل کے سب آدمی اسے دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر ٹرنک دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بنک نوٹ اور قیمتی سامان غائب ہے! بعد میں خبر ملی کہ میرے دوست بیرن ڈاہار گا بھی چوروں کی دستبرد سے نہ بچے۔ بلکہ انہیں مجھ سے زیادہ نقصان پہنچا۔ کیونکہ چوران کا ٹرنک کھول کر مجھ سے بھی تین چار گنا زیادہ نقدی اڑا لے گئے۔ دو تین اور مسافروں کا بھی یہی حال ہوا۔ مختصر یہ کہ چوروں نے اس جلوس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور اچھی طرح ہاتھ رنگے۔"

"مگر ان لوگوں کا سراغ کچھ نہ مل سکا؟" مجسٹریٹ کی بی بی نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" وائیکونٹ نے جواب دیا۔ "اس کے بعد بیرن سے کئی بار ملاقات ہوئی۔ مگر ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جو شہر نیپلز میں پیش آیا۔ اس جگہ رہتے ہوئے میرے ایک دوست نے مجھے لاسکالا گرینڈ تھیٹر کی ریہرسل میں مدعو کیا۔ ہم گئے تو اس جگہ بیرن سے بھی ملاقات ہوئی۔ پہلے

گانا ہوتا رہا۔ اس کے بعد ناچ شروع ہوا۔ ناچ چونکہ بالکل نئی قسم کا تھا۔ اس لئے ناٹک کے ڈائرکٹر نے رقاصوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اسی لباس میں ناچیں۔ جو اس کھیل سے مخصوص تھا۔ رقاصوں میں ایک بڑی متمول خاتون شامل تھی۔ جو ان کاموں میں شوقیہ حصہ لیتی تھی۔ وہ اپنی گاڑی پر سوار ہو کر آئی۔ اس کے ساتھ دو خادمائیں بھی تھیں۔ یہ خاتون اپنے ساتھ بیش قیمت الماس کے زیورات کا ڈبہ لائی جن کی نسبت صحیح حال تو معلوم نہیں۔ لیکن میرا گمان ہے کہ یا تو ان زیورات سے اسکو اپنے حسن کی نمائش مقصود تھی۔ یا وہ ناٹک کے ڈائرکٹر کو چکا چوند کرنا چاہتی تھی۔ مگر کسی وجہ سے وہ اس موقع پر ان زیورات کو نہ پہن سکی۔ اور اس نے انہیں تبدیل لباس کے کمرہ میں اپنی ایک خادمہ کے سپرد کر دیا۔ عین اس وقت کہ ناچ بڑے زور سے جاری تھا۔ سٹیج کے پیچھے سے دفعتہً آگ آگ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس شور کو سن کر ایکٹروں کی جماعت اور منتخب حاضرین کا جنہیں منتظمان تھیٹر نے ازراہ عنایت ریہرسل دیکھنے کی اجازت دی تھی۔ جو کیفیت ہوئی اس کا حال بیان نہیں ہو سکتا۔ بے شک کسی ملازم کی غفلت سے ایک پردہ کو آگ لگ گئی تھی۔ مگر حالت خطرناک نہ تھی۔ پھر بھی مجھے یاد ہے کہ بعض لڑکیوں کو تو اتنی دہشت ہوئی۔ کہ اسی نیم برہنہ حالت میں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ باقی مردوں نے اوسان بحال رکھ کر جہاں تک ممکن تھا۔ مدد دی۔ لیکن سب سے شاندار خدمات بیرن ڈامارگا نے انجام دیں۔ میرا خیال ہے اگر وہ نہ ہوتے تو سارا تھیٹر جل کر راکھ ہو جاتا۔ خیر اس حادثہ کا تتمہ بہت افسوسناک ہوا۔ یعنی جس خاتون کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے الماسی زیورات کا ڈبہ غائب ہو گیا۔ جب آگ بجھی۔ اور ڈبہ تلاش کیا گیا۔ تو کہیں نہ ملا۔ اس سے اس غریب کو جو رنج ہوا وہ محتاج تفصیل نہیں۔ رہ رہ کر جھنجھلا میں آتی۔ اور خادماؤں کو کوستی۔ مگر سچ پوچھئے تو ان کا بھی کیا قصور تھا؟ آگ اس کمرہ کے عین پاس لگی تھی۔ اس لئے شور سنتے ہی وہ اپنی جانیں سلامت لے کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔"

"پھر کیا ان زیورات کا کچھ حال معلوم نہ ہوا؟"

"میرے خیال میں نہ ہوا ہوگا۔" نذ نے بے اختیاری میں اس خیال کو جو اس کے دل میں غالب تھا۔ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

لیکن حاضرین نے ان الفاظ کو اچھی طرح نہیں سنا۔ چنانچہ کنیزرین نے پوچھا "بہن کیا کہتی ہو؟" "سمجھ نہیں کچھ نہیں۔" لیڈی آکسٹون میڈ نے جلدی سے جواب دیا۔ "نامعلوم کیسے الفاظ بے اختیاری میں منہ سے نکل گئے۔" مگر یہ کہتے ہوئے اسکی صورت سے عجیب پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے۔" وائیکونٹ ڈیلام نے سلسلہ داستان جاری رکھتے ہوئے کہا "چور تو پکڑے گئے تھے۔ مگر زیورات برآمد نہ ہوئے۔ چنانچہ ایک آدمی جو تھیٹر میں سین بدلنے کا کام کرتا تھا اس کی نسبت معلوم ہوا۔ کہ آگ کی آواز بلند ہوتے ہی بھاگ گیا۔ بعد میں اُسے گرفتار کر لیا گیا اور گو صحیح حال اس وقت یاد نہیں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ متفقہ شہادتوں کی بنا پر عدالت نے اس کو مجرم قرار دے کر نہایت سخت سزا دی۔"

"مگر خاتون کو اس کے زیور نہ مل سکے؟" مجسٹریٹ نے ہمدردی کے لہجہ میں پوچھا۔

"افسوس نہیں" وائیکونٹ ڈیلام نے جواب دیا "سنا ہے بہت قیمتی تھے۔ لیکن بیرن ڈاما کا ذکر کرتے ہوئے میں بڑی خوشی سے کہتا ہوں۔ کہ جب کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بڑے حسن اخلاق سے پیش آئے۔ چند دن پیشتر محض اتفاقاً شاولڈ کے پاس مل گئے۔ معلوم ہوا سفر کرتے ہوئے گاؤں سے گذر رہے تھے۔ کہ گھوڑے تبدیل کرنے کو ٹھہر گئے۔ چونکہ واقعہ سیڈاڈ کے بعد میں نے ہمیشہ ان کو اپنا محسن سمجھا ہے۔ اس لئے بصد شوق انہیں شادی میں شریک ہونے کی دعوت دی۔"

"پیارے الفرڈ میں بھی تمہارے دوستوں کو اپنا سچا دوست سمجھتی ہوں" کائیرن نے انداز محبت سے کہا "جب سے معلوم ہوا کہ بیرن نے تم پر یہ احسان کیا ہے۔ میں بھی ان کی گرویدہ ہو چکی ہوں۔"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ ساتھیوں سے نظر بچا کر سرائے سے نکلے۔ اور وائیکونٹ ڈیلام کے ایک نوکر سے جو ڈیوڑھی میں کھڑا تھا۔ آواز دبا کر پوچھا کہ بیرن سرائے سے کدھر گئے ہیں؟ نوکر نے سفری گھوڑوں کے تھان کا پتہ دیا۔ اور لارڈ آکٹیوین اس سمت میں ہوئے۔ قریب جا کر دیکھا کہ بیرن اس شخص سے باتیں کر رہا ہے۔ جو ایسے گھوڑوں کا انتظام کیا کرتا تھا۔ آکٹیوین سامنے تنے کی بجائے درختوں کے سایہ میں چھپ گیا۔ مگر بہت دیر نہ گذری تھی کہ بیرن اس گفتگو کو ختم کر کے ایک طرف چلنے لگا۔ میرڈیتھ بھی مناسب فاصلہ دے کر پیچھے ہو لیا بیرن اس راہ کو ترک کر کے جدھر سے آیا تھا۔ ویرانہ کی طرف چلا اور اصطبل سے قریباً ۲۰۰ گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا

میرڈیتھ اب تک اسے نظروں میں رکھے ہوئے تھا۔ بیرن ڈامار کا بڑی احتیاط سے جیتا قریباً ایک سو گز آگے بڑھا۔ اور اس کے بعد سیٹی بجائی۔ اس جگہ سڑک کے دو رویہ گنجان درخت تھے۔ میرڈیتھ جھٹ ان کے سایہ میں چھپ گیا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے ایک آدمی درختوں سے نکل کر بیرن

سے آملا۔ اور دونوں باتیں ہونے لگیں۔ آکٹیوین بدستور سایہ میں چھپا ہوا بڑی احتیاط سے قدم اٹھا کر
ان سے اتنا قریب پہنچا کہ گفتگو سن سکتا تھا۔ چونکہ اس حصہ میں درخت غیر معمولی گنجان تھے۔ اس لئے
بیرن یا اس کے ساتھی کو اسکی موجودگی کا علم نہ ہوسکا۔ دونوں میں جو باتیں ہوئیں یا ان کا جو حصہ میریڈیتھ
کے کانوں تک پہنچا اسکی تفصیل غیر ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ذکر عنقریب آگے چلکر آئے گا۔ مختصر
یہ کہ بہت کم باتیں ہوئیں۔ اور اس کے بعد بیرن تیز چلتا گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔

دوسرا آدمی جس سے یہ پُراسرار گفتگو ہوئی تھی سمت مقابل میں چلنے لگا۔ مگر تھوڑا فاصلہ چل کر
یکایک اسی طرف جدہر آکٹیوین چھپا ہوا تھا۔ درختوں کی جانب مڑا۔ میریڈیتھ اسکی حرکات کو بغور دیکھ
رہا تھا۔ اسے درختوں کی طرف آتے دیکھکر وہ بھی کمین سے نکلا۔ اور چند قدم چلکر اس آدمی کے سامنے
جا پہنچا۔ جب اس نے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص پستہ قامت۔ فربہ اندام اور لباس سے کوئی دہقان
نظر آتا تھا۔ چہرہ پر بھیانک آثار نہ تھے۔ بلکہ شکل وصورت سے وہ کوئی بے ضرر منکسر مزاج دیہاتی
معلوم ہوتا تھا۔ میریڈیتھ کو اچانک درختوں کے سایہ سے نکلتے دیکھ کر چونکا۔ مگر سنبھلنے نہ پایا تھا۔ کہ
آکٹیوین جھپٹ کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے فرش زمین پر گرا لیا۔ دہقان صورت اجنبی نے بہت
جدوجہد کی۔ یہاں تک کہ جیب سے شکاری چاقو نکالنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔ لیکن اسے کھولنے نہ پایا
تھا۔ کہ میریڈیتھ نے چھین کر پرے پھینک دیا۔ اتنے میں درختوں کے پیچھے اس طرح کی آوازیں سنائی
دیں۔ گویا کئی آدمی دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ اجنبی نے چھوٹنے کی آخری ناکام کوشش کی۔ اس کے بعد
جنگل کی پولیس کے دو آدمی میریڈیتھ کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ اور اسے زیر حراست کر لیا گیا۔

میریڈیتھ نے آواز دبا کر ان لوگوں سے کچھ کہا جس کے بعد قیدی کو ان کے حوالہ کرکے وہ خود
سرائے کی طرف واپس ہوا۔ جدوجہد میں اس کے کپڑے خراب ہوگئے تھے۔ انہیں رستہ میں ٹھیک
ٹھاک کیا۔ اور جہاں جہاں مٹی کے داغ دھبے لگ گئے تھے۔ انہیں رومال سے اچھی طرح پونچھا۔

سرائے میں پہنچکر وہ اس کمرہ میں گیا۔ جہاں دولہا دلہن کے پاس دونوں کے علاوہ صاحب مجسٹریٹ
ان کی بی بی اور میرن ڈمارگا موجود تھے۔ میریڈیتھ کو آتے دیکھ کر بیرن اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور پاس آکر
کہنے لگا معلوم ہوتا ہے میرے دوست کا اطمینان نہ ہوا۔ اور اسے خود گھوڑوں کا انتظام کرنے کے لئے
جانا پڑا۔ کیوں۔ میرا گمان غلط ہے کیا؟

"نہیں میں گھوڑوں کے منتظم سے تو نہیں ملا" لارڈ آکٹیوین نے جواب دیا۔ "مگر کہئے آپ نے
کس حد تک کامیابی حاصل کی؟"

"بس اب گھوڑوں کو تیار ہی سمجھئے۔" بیرن نے تھوڑی دیر کے لئے مسز ڈیتھ کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھ کر کہا۔ اور اس کے بعد لاپروائی سے موچھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بہن زو کیا بات ہے۔ تم اتنی بیکل اور بے چین کیوں ہو؟" کلیرین نے اپنی سہیلی کو الگ لیجا کر دبی آواز سے پوچھا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے تم کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں سمجھتی تھی اپنے شوہر سے ملکر تمہاری سب کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے . . ."

"پیاری کلیرین" زو نے اسی طرح دبی آواز سے جواب دیا۔ "میرا اضطراب ان کے لئے نہیں ان سے ملکر تو میں بے حد خوش ہوں۔ بے چینی صرف اس لئے ہے کہ ان کے اشارہ کے مطابق مجھے تم کو ایک حیرت خیز انکشاف کے لئے تیار کرنا ہے . . . آہ! اگر تم اتنی بے چین نہ ہو . . ."

"الٰہی۔ وہ کیا انکشاف ہے جس کا تم ذکر کرتی ہو؟" وائکونٹس نے جو لیڈی آکٹیوین کے لفظوں سے غیر معمولی بے چین ہو گئی تھی۔ حالت اضطراب میں نسبتاً اونچی آواز سے پوچھا۔

ان الفاظ کو سن کر الفرڈ اسکی طرف مڑا۔ اور اس نے دیکھا کہ زو کے چہرہ سے فکر اور کلیرین کی صورت سے خوف و اضطراب ظاہر ہو رہا ہے۔

"پیاری کیا کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے؟" اس نے دلہن کی طرف نظر محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا "آہ۔ میں سمجھ گیا۔ تم دونو شاید جنگل کے سفر سے ڈرتی ہو . . ."

"اور ایسا ہونا قدرتی ہے۔" لارڈ آکٹیوین نے قطع کلام کر کے کہا۔ پھر بیرن ڈامارگا کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔ "غالباً آپ بھی کم حوصلہ عورتوں کو اس خیال سے خوف زدہ ہونے پر قابل معافی سمجھینگے کہ عنقریب انہیں اسی جگہ سے گذرنا ہے۔ جہاں کل رات ایک ہولناک واردات ہوئی تھی۔"

بیرن نے آکٹیوین کے چہرہ کی طرف چھپی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہنے لگا "میرے خیال میں تو خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور غالباً آپ نے بھی تھوڑی دیر پیشتر یہی کہا تھا . . ."

"مگر میرے خیال میں" صاحب مجسٹریٹ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے پراہمیت لہجہ میں کہا "چند سپاہی ساتھ لے لئے جائیں تو کیا حرج ہے؟ ہم سب جانتے ہیں اور غالباً لارڈ آکٹیوین میر ڈیتھ کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ ایم دالنٹے نے اپنی پیاری بیٹی کو بہت شاندار جہیز دیا ہے۔ اور ایک بیش قرار رقم کے نوٹ اور طلائی سکے بھی . . ."

"بس رہنے بھی دو۔ تم تو اس طرح باتیں کرتے ہو۔ گویا ہر شخص ان حالات سے واقف ہے۔" مجسٹریٹ کی بی بی نے قطع کلام کر کے کہا۔ "حالانکہ ہمارے دوست بیرن ڈامارگا ان باتوں سے بالکل بے خبر

ہیں۔ کیونکہ وہ آج ہی صبح شاٹو میں وارد ہوئے تھے۔ اگرچہ نکاح نامہ پر کل شام دستخط ہو چکے تھے"

"خیر تو اطمینان فرمائیے کہ میرے دوست بیرن ان حالات سے لاعلم نہیں ہیں" وائیکونٹ ڈیلارم نے جواب دیا۔ "آپ چونکہ میرے دیرینہ محسن ہیں اس لئے میرا کوئی راز ان سے پوشیدہ نہیں رہا۔ چنانچہ چند دن پیشتر جب گاؤں میں ان سے ملاقات ہوئی تو انہیں شادی میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہوئے میں نے اس کا بھی ذکر کیا تھا۔ کہ میرے لائق تعظیم خسر شادی کے موقعہ پر خوب جی کھول کر جہیز دینے کا ارادہ رکھتے ہیں"

"چلو جانے دو۔ اس بحث سے حاصل کیا ہے کہ جہیز کا حال کسے معلوم ہے اور کسے نہیں" صاحب مجسٹریٹ نے بے صبری سے کہا۔ "پہلی گاڑی میں چونکہ روپیہ کی بیش قرار رقم موجود ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ پولیس کے چند آدمی بغرض حفاظت ساتھ لے جائیں۔ ہمیں پہلے ہی اس جگہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ اور رات کی تاریکی چاروں طرف پھیلی جا رہی ہے۔۔۔"

صاحب مجسٹریٹ ابھی یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے حاضرین میں سنسنی پیدا کر دی۔ یعنی بیرن ڈمار گا کمرہ سے باہر جا رہا تھا۔ کہ لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ اور بلند آواز سے کہنے لگا "ٹھہرئیے۔ آپ ابھی نہیں جا سکتے۔"

بیرن کا رنگ فق ہو گیا۔ اور وہ اس طرح لڑکھڑایا گویا کسی غیبی ہاتھ نے اسکو پرزور دھکہ رسید کیا ہو۔ مگر فوراً اوسان بحال کر کے اس حالت میں کہ چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے بڑے نخوت آمیز لہجہ میں کہا۔ "مائی لارڈ آپ کا سلوک انتہا شرمناک اور گستاخانہ ہے۔۔۔"

"دیکھئے ابھی معلوم ہو گا۔ کہ میرا سلوک کیسا ہے" آکٹیوین نے جوش سے کہا۔ اور اس نے بیرن کے ہاتھ کو بدستور مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ مگر اب اسکی نگاہوں سے نفرت اور حقارت کے ساتھ عزم صمیم کا اظہار ہوتا تھا۔

"مائی لارڈ۔ ٹھہرئیے۔ آخر بات کیا ہے؟" وائیکونٹ ڈیلارم نے تیزی سے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"پیاری کلیرین۔" زو نے اپنی سہیلی کو ایک طرف لے جا کر کہا "عنقریب ایک ہولناک انکشاف ہوا چاہتا ہے۔۔۔"

"مائی لارڈ میں ایسی والہانہ بے تکلفی کا عادی نہیں ہوں۔ میرا ہاتھ چھوڑ دو" اور یہ کہتے ہوئے بیرن ڈمار گا نے زور سے لارڈ آکٹیوین کو جھٹک دینے کی کوشش کی۔

مگر الفاظ ابھی اس کے منہ میں تھے کہ زینہ پر بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ

کھلا اور تین چار سپاہی کمرہ میں گھس آئے۔ جنھوں نے فوراً ہیرن ڈامار گا کو زیر حراست کر لیا۔

"لے جاؤ قیدی کو حوالات میں لے جاؤ"۔ لارڈ آکٹیوین نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "اس قاتل کی موجودگی سے ہوا بھی ناپاک ہوتی ہے۔"

"قاتل!" وائیکونٹ ڈیلارم نے انداز حیرت سے کہا۔ "نہیں۔ غیر ممکن! مگر یہ کیا دیوانگی ہے؟... معلوم ہوتا ہے کوئی بھاری غلط فہمی ہوئی ہے؟... ٹھیرو!" اور یہ کہتا ہوا وہ ان سپاہیوں کو روکنے کے لئے آگے بڑھا جو ہیرن کو گرفتار کر کے لئے جا رہے تھے۔

"وائیکونٹ" میرڈیتھ نے پُرجوش لہجہ میں کہا۔ "آپ نہیں جانتے اس شخص نے آپکے اعتماد سے کس طرح ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک ہولناک سازش آپکے خلاف عمل میں لائی جا رہی تھی۔ شکر ہے کہ آپ اس سے بال بال بچ گئے۔ ذرا اس بدمعاش کی طرف دیکھئے۔ اس کی ہر ایک حرکت اس کے جرم کا پتہ دیتی ہے۔ لے جاؤ اس موذی کو فوراً یہاں سے لے جاؤ۔"

بناوٹی ہیرن اب نہایت بے چین اور خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ افسران پولیس اس کو گھسیٹتے ہوئے ساتھ لے گئے۔ مگر اس کے چلے جانے پر حاضرین کی عجیب حالت ہوئی۔

کلیرن تو لارڈ آکٹیوین کے منہ سے قاتل کا لفظ سنتے ہی خوف سے چیخ مار کر ایک صوفے پر بیہوش ہو گئی۔ مگر زونے جو پاس ہی تھی۔ اس کے لئے ہر قسم کی ضروری امداد مہیا کی۔ صاحب مجسٹریٹ کی بی بی انداز ہیبت سے شوہر کے ساتھ لپٹ گئی۔ اور خود صاحب موصوف فرضی ہیرن کی طرف بہت دیر تک نگاہ خوف سے دیکھتے رہے۔ وائیکونٹ ڈیلارم اب تک تصویر حیرت بنا کھڑا تھا۔ آکٹیوین نے اسے ایک طرف لے جا کر جلدی سے چند لفظ اس کے کان میں کہے۔ جنھیں سن کر اس غریب کو جو پریشانی ہوئی اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ سارے سرائے میں بھی عجیب سنسنی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کا اثر پرے گاؤں تک پھیل گیا تھا کہ ہر شخص کے منہ پر یہی بات تھی کہ شب گذشتہ کو جنگل میں رہزنی اور قتل کی جو ہولناک واردات ہوئی تھی۔ اس کا سرغنہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔

آخر جب حاضرین میں قدرے سکون ہوا۔ تو لارڈ آکٹیوین میرڈیتھ نے سب حال بیان کرنا ضروری سمجھا۔ کس طرح ٹیم بکٹ کی جھونپڑی میں اس کے شبہات کو تقویت ہوئی۔ اور کس طرح وہ راہ فرار نہ پا کر اسی جگہ رہنے پر مجبور ہوا۔ یہ سب کچھ اس نے مفصل بیان کیا۔ اور اس کے بعد رہزنوں کے سرغنہ کی آمد اور اس کوٹھری میں جہاں وہ لیٹا ہوا تھا۔ آکر چراغ کی روشنی میں یہ دیکھنے کا حال بھی کہا کہ وہ جاگ رہا ہے یا سو گیا۔

"مگر حقیقت میں میں سویا نہیں بلکہ نیند کا بہانہ کرکے چپ چاپ لیٹا ہوا تھا۔" اس نے سلسلہ داستان جاری رکھ کر کہا۔ "اس شخص اور ڈیم راکٹ میں جو باتیں ہوئیں وہ سب تو میری سمجھ میں نہ آسکیں بہرحال میں نے اتنا ضرور سن لیا کہ دونوں میں کسی گہری سازش کی کھچڑی پک رہی ہے۔ ایک بات کا مجھے سخت تعجب ہوا یعنی اس آدمی کی گفتگو میں عجیب شستگی اور سلاست پائی جاتی تھی۔ اور اس کے لب لہجے سے کوئی شخص معلوم نہ کرسکتا تھا کہ وہ ایک سیاہ کار بدمعاش ہے۔ ڈیم راکٹ سے باتیں کرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ کل ہمارے پاس ایک خاص کام ہے۔ اس نے جنگل میں گھات لگا کر اچانک حملہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ اور کہا کہ اس موقعہ پر بڑی دلیری اور استقلال سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ گاڑیوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہوگی۔ اور کئی شخصوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد چند منٹ وہ دبی آواز سے باتیں کرتا رہا جنہیں میں بالکل نہ سن سکا۔ جب اس شخص نے دوران گفتگو میں ایم۔ والسنے اور ان کی بیٹی کے نام لئے تو انہیں سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔ اس کا اندازہ آپ خود کرسکتے ہیں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ یہی وہ عنایت فرما دوست ہیں جن کے مکان پر میری بی بی نے ان دونوں معتبر بدمعاش۔" وائیکونٹ ڈیلام نے جوش سے کہا۔ "افسوس ہیں اس آدمی کو سالہا سال تک اپنے بہترین دوستوں میں شمار کرتا رہا۔ لیکن آگے کہئے۔ ہم لوگ سارا حال سننے کو بے چین ہیں۔"

"تھوڑی دیر دبی آواز سے گفتگو کرنے کے بعد" آگسٹین نے سلسلہ کلام جاری رکھ کر کہا۔ "اس آدمی نے ڈیم راکٹ سے اونچی آواز میں باتیں کرنی شروع کیں۔ اور اب اس نے آپ کا نام بھی لیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی شادی ایم۔ والسنے کی دختر سے قرار پاچکی ہے۔ اور رسم شادی آج ادا ہوگی جس کے بعد آپ لوگ جنگل سے گذر کر فونٹین بلو کی طرف جائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس بدمعاش کو کسی طریقہ پر پتہ لگ گیا ہے۔ کہ اس موقعہ پر آپ کے پاس بے حساب نقدی اور زیورات ہوں گے اتنے میں اس کی آواز مدھم پڑ گئی۔ اور میں اتنا ہی سن سکا۔ کہ وہ ضرور موقعہ پر موجود ہوگا۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ آیا راہ میں حملہ کرے گا۔ یا آپ لوگوں کے ساتھ مل کر رہے گا۔ اس نے بعض اور ہدایات بھی دیں جن سے معلوم ہوا کہ اس جماعت کا ایک آدمی مولن نامی سڑک پر موجود ہوگا۔ بلکہ وہ اپنے سردار سے مشورہ کرنے اور ضروری ہدایات لینے کو اگر ممکن ہوسکا۔ تو شاتو کے پاس جانے کی بھی کوشش کرے گا۔ میرا خیال ہے۔ اس بدمعاش کو اس وقت تک آپ کی تجویزوں کا بہت ناکافی علم تھا۔ یعنی وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ آپ لوگ کس وقت جنگل سے گذریں گے۔ احتیاطاً اس نے یہ انتظام کیا۔ کہ اس کے آدمی قبل از وقت جمع نہ ہوں۔ اور اسی لئے مولن کچھ دیر پہلے مزید ہدایات

حاصل کرنے اس کے پاس آیا۔ وِلیم رائٹ کا فرض اس تجویز کی تکمیل کے متعلق یہ تھا۔ کہ اس جماعت کے آدمیوں کو فرداً فرداً پیغام دے۔ غرض جیسا آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اس خوفناک تجویز کی کامیابی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا تھا۔ مگر اس شخص کی ٹیم رائٹ سے جس قدر باتیں ہوئیں۔ ان کے دوران میں بڑھیا نے ایک بار بھی اسے نام سے مخاطب نہ کیا تھا۔ نہ دروازہ میں کوئی ایسا سوراخ ہی تھا جس سے میں اس کی صورت دیکھ سکتا۔ دوبارہ میری کوٹھڑی میں آیا۔ اور ہر مرتبہ چراغ کو میرے چہرہ کے پاس لاکر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ کہ میں سوتا ہوں یا جاگتا۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں کو اچھی طرح بند رکھا۔ کیونکہ میں یہ جاننے کا موقعہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ کہ میں دراصل میں بیدار ہوں۔ میں چونکہ نہتا اور وہ پورے طور پر مسلح تھا۔ اس لئے اگر مقابلہ کی نوبت آتی۔ تو میں ضرور ہلاک ہوتا۔ ان حالات میں جب وہ جھونپڑی سے رخصت ہوا۔ تو میں اس کی صورت یا نام سے بالکل ناآشنا تھا۔"

"مگر خیال تو کیجیے آپ کو کیسے خوفناک حالات میں رات بسر کرنی پڑی"۔ وائیکونٹ ڈیلارم نے کہا اور اسی قسم کے الفاظ باقی حاضرین کے منہ سے بھی نکلے۔ نروبھی ان خطرات کا اندازہ کرکے کانپنے لگی۔ جو اس کے شوہر کو رستہ میں پیش آئے تھے۔

"صبح دم جب میں اس جھونپڑی سے رخصت ہوا" آکٹیوین نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "تو میں نے کسی حرکت یا لفظ سے یہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ میں نے اس گفتگو کو جو ٹیم رائٹ اور اس شخص میں ہوئی تھی۔ سنا ہے۔ جنگل کی سڑک پر چلتے ہوئے رستہ میں پولیس کی جماعت مل گئی۔ اس سے میں نے سب حال بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ معاملہ بہت سنگین ہے۔ ملزموں اور ان کے سرغنہ کی گرفتاری میں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ چونکہ میں اس جماعت کے کسی آدمی کا نام نہ جانتا تھا۔ اور پولیس کے شبہات بھی غیر مصدقہ تھے۔ اس لئے ایسی چال تجویز کرنی پڑی جس سے دوگونہ نتائج حاصل ہوں۔ یعنی ایک تو معلوم کیا جائے۔ ان لوگوں کا سرغنہ کون ہے۔ دوسرے اس جماعت کے باقی آدمیوں کو جمع ہونے کا موقعہ دیا جائے۔ کہ سب کی گرفتاری ایک ساتھ عمل میں آسکے۔ اس وقت تک ہمیں یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ ان لوگوں کے جمع ہونے کا وقت کونسا ہے۔ غرض میں اہلکاران پولیس کے ساتھ گاؤں کے میئر کے پاس گیا۔ اور آخری فیصلہ یہ ہوا۔ کہ حالات کے مطابق کوئی تجویز اختیار کی جائے۔"

اس جگہ آکٹیوین دم لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

"میں اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ اور میرا خیال تھا کہ آپ لوگوں کے روانہ ہونے سے پہلے شاتو میں پہنچ جاؤں گا۔ مگر حالات اور ہی پیش آئے۔ سرائے میں جب نرو سے ملا۔ تو میں نے اس سے

پوچھا - اس جماعت میں کون کون شامل ہے - اس نے سب کے نام لئے - تو اب سوال پیدا ہوا - کہ ان میں
وہ سیاہ کار بدمعاش کون ہو گا جس نے شب گذشتہ کی واردات میں حصہ لیا تھا - قدرتی طور پر میرا
شک بیرن ڈامارکا پر ہوا - پھر بھی میں فوراً یہ رائے قائم نہ کر سکتا تھا - کہ اصلی مجرم وہی ہے - میں نے
زوسے سب حال بیان کیا - مگر ساتھ ہی تاکید کی - کہ وقت سے پہلے کسی سے ذکر مت کرنا - کیونکہ ڈر
تھا اگر بات پیش از وقت منہ سے نکل گئی تو آپ اپنے جوش کو قابو میں نہ رکھ سکیں گے - کم از کم
آپ کا غصہ نگاہ سے ضرور نمودار ہو گا - اور فرضی بیرن جو قیافہ شناس بھی ہے - یہ معلوم کرتے ہی
کہ اس پر شک کیا جاتا ہے فرار ہو جائے گا جس سے عمل انصاف ناممکن رہ جائے گا - آپ سمجھ سکتے
ہیں کہ خود میرے لئے ضبط کرنا کتنا دشوار تھا - خصوصاً اس وقت جب بیرن کا سامنا ہوا - میں
نے اس کی صورت دیکھتے ہی جان لیا - کہ وہ مجھے دیکھ کر بہت ڈر گیا ہے - اس میں شک نہیں اس
نے بھی انتہائی ضبط سے کام لیا ہو گا - بہرحال اس کے چہرہ کی تبدیلی گو اوروں سے پوشیدہ رہی تاہم
مجھ سے نہ چھپ سکی - لیکن معلوم ہوتا ہے اس نے رفتہ رفتہ یہ سمجھ لیا - کہ میں اسکو پہچانتا نہیں -
ورنہ کوئی وجہ نہ تھی - کہ میرے ہوتے ہوئے وہ اپنی شیطانی تجویز کی تکمیل کے لئے ٹھہر جاتا - بعد
ازاں جب میں نے اس کی آواز سنی - تو اس سے میرے شبہات کو اور تقویت ہوئی - کیونکہ آواز
وہی تھی جو میں نے ڈیم راکٹ کی جھونپڑی میں بوقت گفتگو سنی تھی - اب میں نے اس بات کا ارادہ کر
لیا کہ اس آدمی کی نقل و حرکت کی ضرور نگرانی کرنی چاہئے - یہی وجہ تھی - کہ جب وہ گھوڑوں کا انتظام
کرنے کے بہانہ سے جارہا تھا - تو میں بھی اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا - اس جگہ یہ امر قابل ذکر
ہے - کہ گھوڑے حاصل کرنے میں جو تاخیر ہوئی - وہ محکمہ پولیس کی طرف سے عمل میں لائی گئی تھی - اور
وہیں سے گھوڑوں کے مہتمم کو یہ ہدایت ہوئی تھی - کہ وہ قصداً گھوڑے مہیا کرنے میں دیر کرے -
تاکہ رہزنوں کی اس جماعت کے گرد جو وسیع جال پھیلایا جارہا تھا - وہ اچھی طرح پھیل جائے - اس کے
بعد آپ کو معلوم ہی ہے - کہ بیرن نے میرے جانے پر کتنا اعتراض کیا - میں اس خیال سے دب گیا
کہ ایسا نہ ہو اس کے دل میں قبل از وقت شبہات پیدا ہو جائیں - لیکن جب وہ چلا گیا - تو میں بھی اس
کے پیچھے ہو لیا - اور درختوں کے سایہ میں چھپ کر وہ باتیں سنیں جو اس کے اور اس کے نائب مولن
کے درمیان ہوئی تھیں - خوش قسمتی سے حالات ہر طرح موافق ثابت ہوئے نقلی بیرن نے مولن کو حکم دیا
کہ تم فوراً جاکر جماعت کے آدمیوں کو جو پہلے سے جنگل میں جمع ہوں گے - ہدایت کر دو - کہ حملہ کے
مقام میں تھوڑی تبدیلی کر لیں - اس خیال سے کہ رات کی تاریکی اچھی طرح پھیل جائے - یہ فیصلہ

کیا گیا۔ کہ حملہ تھوڑی دور اور آگے چل کر ہو۔ اس گفتگو کے بعد دو نوں جدا ہوئے۔ لیکن میں نے فوراً مولن کو پکڑ لیا۔ اور اس طرح وہ پیغام جسے وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لے جا رہا تھا نہ پہنچ سکا۔ پولیس کے دو آدمی اتفاق سے ادھر آ نکلے۔ اور میں نے قیدی کو ان کی حراست میں دیتے ہوئے سارا حال بتا کر دیا ہے۔ ایک آدمی تو باقی عملہ کو یہ اطلاع دینے چلا گیا۔ کہ سب ڈاکو جنگل میں جمع ہیں۔ انہیں ایک ساتھ نرغہ میں لے لینا چاہیئے۔ دوسرے نے جس کی حراست میں مولن تھا۔ کہا کہ میں اسے حوالات میں دے کر چند آدمی ساتھ لاتا ہوں کہ ان کے سرغنہ مصنوعی بیرن کو بھی گرفتار کر لیا جائے۔ مولن اور اس کے سردار میں جو باتیں ہوئی تھیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اول الذکر نے شاتوڈ کے پاس جا کر کسی پوشیدہ مقام پر تمام ضروری ہدایات حاصل کر لی تھیں۔۔۔"

معلوم ہوتا ہے اس بدمعاش نے دوست بن کر میرا پروگرام معلوم کرنے کے بعد اس کا حال اپنے ساتھی سے کہہ دیا" وائیکونٹ ڈیلارم نے کہا۔

"آپ کا خیال صحیح ہے۔" لارڈ آکنٹین نے جواب دیا "اس کام سے فارغ ہو کر مولن تیزی رفتار سے ڈیم راکٹ کے پاس پہنچا۔ اور اس کو مفصل ہدایات دیں۔ پھر یہ معلوم کرنے دوبارہ اپنے سردار کے پاس گیا۔ کہ سابقہ پروگرام میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوئی۔ بس یہی سارا حال تھا جو آپ سے بیان کر دیا گیا اور اگر میں نے آتے ہی اس آدمی کی اصلیت ظاہر نہیں کی۔ تو جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ مصلحت یہی تھی۔۔۔"

"کچھ شک نہیں۔ کہ آپ نے جو کچھ کیا وہ ہر طرح مناسب تھا۔" وائیکونٹ ڈیلارم نے تسلیم کیا "مگر ٹھہرئیے میرے دل میں ایک اور خیال پیدا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بھی اس شخص نے دوستی کے پردہ میں مجھ پر کئی وار کئے۔ اور حقیقت میں وہ جرم جو ڈاکوؤں سے منسوب کئے گئے۔ اسی کے تھے۔ کیا عجب یہی اس جماعت کا سرغنہ ہو جس کے آدمیوں نے میڈرڈ میں مجھ پر قاتلانہ وار کیا تھا اور بعد میں کسی مصلحت سے میری مدد کر کے دوستی کا بہانہ پیدا کر لیا ہو۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ بارسیلونا کے ہوٹل میں اسی نے چوری کی وارداتیں کی ہوں۔ اور اسی نے نیپلز کے تھیئٹر میں رقاصہ کے زیورات چرائے ہوں۔ ہاں اور اب جو میں سوچتا ہوں۔ تو خیال آتا ہے کہ ہسپانوی خاتون کے ساتھ اس کی نسبت فسخ ہونے کی وجہ غالباً یہ نہ تھی کہ اس خاتون میں کسی طرح کا عیب تھا۔ بلکہ میرا گمان ہے کہ جب اسکو اس آدمی کی اصلیت معلوم ہوئی۔ تو اس نے خود ہی تعلق توڑ دیا"

"آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔" لارڈ آکنٹین نے جواب دیا۔ "ایسے نامی بدمعاش سے کوئی بات

غیر ممکن نہیں ہو سکتی لیکن خیر معاملہ ختم ہوا۔ اب آئیے سفر شروع کریں جس شہر میں آپ پہلے ٹھہرنا چاہتے تھے وہ اس گاؤں سے چند ہی میل کے فاصلہ پر ہے، جہاں میں نے واردات کی خبر حکام کو دی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ قیدیوں کے بیانات اسی شہر میں لکھے جائیں گے۔“

اس کے بعد سفر شروع ہوا۔ مگر جنگل میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ رستہ میں خبر ملی کہ سپاہیوں نے ڈیم راکٹ سمیت باقی ٹھگوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ گویا لارڈ آکسٹین کی تجویز ہر طرح مکمل ہوئی۔ اور اس کی دوراندیشی سے رہزنوں کی پوری جماعت زیر حراست کر لی گئی۔

باب ۱۳۔

دامِ فریب

میرڈیتھ کا خیال صحیح تھا۔ قیدیوں کے بیانات قلمبند کرنے کا انتظام اسی قصبہ میں کیا گیا جس کا اس نے وائیکونٹ سے ذکر کیا تھا۔ رہزن تعداد میں ۱۲ کے قریب تھے جو اس خطرناک جنگل میں غریب۔ دکانداروں کے بھیس میں رہتے اور بظاہر شفقت اور امن کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس خطرناک جماعت کا منتظم ڈامارگا تھا۔ اور اس کی سرکردگی میں سب وارداتیں اس احتیاط اور دوراندیشی سے ہوتی تھیں کہ اب تک پولیس کو ان کے خلاف قطعاً شبہ نہ ہوا تھا۔ بارہا یہ لوگ لوٹ مار کرنے دور دراز مقامات پر چلے جاتے۔ مگر چونکہ جنگل کے ایسے مقام پر آباد تھے۔ جہاں ان کی موجودگی یا عدم موجودگی کا کسی کو علم نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کی آمد و رفت چھپی ہوئی تھی۔ اور دیہاتی پولیس اس نقل و حرکت سے اس لئے بے خبر تھی۔ کہ وہ ہفتہ میں صرف ایک دوبار ان مقامات کا گشت کرتی تھی۔

ممکن ہے ناظرین میں سے کوئی صاحب اعتراض کریں کہ جب ان لوگوں کو جنگل میں رہتے ہوئے احتیاج و افلاس ہی کی زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ تو اس لوٹ مار سے فائدہ کیا تھا؟ اور ڈیم راکٹ ایسی بوڑھی عورت کو اس جماعت کی شرکت سے کیا نفع حاصل ہو سکتا تھا؟ اس کے جواب میں ہم بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ جب ان لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ تو خانہ تلاشی پر ہر ایک کے گھر سے بے شمار نقدی برآمد ہوئی۔ اور بہت سی ناجائز شراب بھی پکڑی گئی۔ اس کے علاوہ ان کے گھروں میں خوراک کی اور نیز چیزوں کی بجائے مختلف الوان نعمت پائے گئے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ :

لوگ افلاس و محبت کے پردہ میں عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے جشن اڑاتے اور اس بات سے بہر طرح خوش اور مطمئن تھے۔ کہ کوئی اس پر اسرار خوشحالی کو دیکھ کر رشک و حسد نہیں کر سکتا۔ نہ ہماری نسبت کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے کے علاوہ یہ لوگ بے حساب دولت کے مالک تھے۔ اور ان کا سرغنہ ڈامارگا ہمیشہ ان سے کہا کرتا تھا۔ کہ جب تم لوگ کافی روپیہ جمع کر لوگے۔ تو ہم کسی دور دراز مقام پر جا کر باقی زندگی عیش و آرام سے گذاریں گے۔ معلوم ہوتا ہے وائیکونٹ ڈیلارم اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرنے کی تجویز حقیقت میں اس سلسلہ کا آخری معرکہ تھی۔ اور چونکہ اس ذریعہ سے بہت سا زر و مال ہاتھ آنے کی امید تھی۔ اس لئے جماعت کے اکثر آدمی اس سے فارغ ہوتے ہی کسی طرف بھاگ جانے کو تیار ہو چکے تھے۔ مگر لارڈ آکٹیوین ہیرڈتھ کی فراست و دور اندیشی سے ان کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور ان کے مجرمانہ دور زندگی کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا۔

وائیکونٹ اور اس کے ساتھی بحفاظت اس قصبہ میں پہنچ گئے۔ جہاں ان کو رات بسر کرنی تھی۔ اور اس جگہ کے سب سے بڑے ہوٹل میں فروکش ہوئے۔ دوسرے دن لارڈ آکٹیوین وائیکونٹ ڈیلارم اور ان کے دوست مجسٹریٹ۔ تینوں مقامی حکام کے روبرو سب حال بیان کرنے گئے۔ غرضیکہ برن ڈامارگا کو ان کی موجودگی میں حاضر عدالت کیا گیا۔ تو اس نے وہ لاپروائی جو عادی مجرموں کی حالت میں دیکھی جاتی ہے۔ اختیار کر لی۔ البتہ عدالت کے اس حصہ سے جو گواہوں کے لئے مخصوص تھا۔ وہ مقصد انظر جرا تا رہا۔ عدالت نے اس پر دو جداگانہ الزامات عائد کئے۔ ایک دو گاڑیبانوں اور آکٹیوین کے نوکر کے قتل کا۔ دوسرا ایم ڈیلارم اور ان کے ساتھیوں کی لوٹ مار کے اقدام کا۔ جرم اول کی نسبت فقط میرڈیتھ گواہ تھا۔ اور اس کی شہادت بھی ڈامارگا اور ڈیم راکٹ کے متعلق ہی قابل سماعت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں باقی رہزنوں کو پہچاننا اس کے لئے صریحاً غیر ممکن تھا۔ چنانچہ فرضی برن اور مجوزہ راکٹ پر قتل عمد اور اعانت قتل کا الزام عائد کیا گیا۔ امر ثانی میں اول تو ڈاکوؤں کا اجتماع ہی ان کے خلاف کافی ثبوت سمجھا جا سکتا تھا۔ دوسرے میرڈیتھ ڈیلارم اور صاحب مجسٹریٹ کی شہادتیں بھی موجود تھیں۔ مگر ان میں سب سے زبردست شہادت لارڈ آکٹیوین کی تھی۔ کیونکہ ڈیلارم اور صاحب مجسٹریٹ زیادہ سے زیادہ یہی بیان کر سکتے تھے۔ کہ ڈامارگا دھوکا دے کر ان کی جماعت میں شامل ہوا۔ اور ان کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ بہرحال ابتدائی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈاکوؤں

کی پوری جماعت رہزنی کے جرم میں سشن سپرد کی گئی۔ اور سپاہیوں کی ایک زبردست گارد کی حفاظت میں انہیں اس قصبہ کی حوالات میں بھیج دیا گیا۔ جہاں سشن کا اجلاس منعقد ہونا تھا۔

لیکن سردست ہم ان لوگوں کو چھوڑ کر ان کے سرغنہ نقلی برن ڈامارگا کا حال بیان کرتے ہیں جیلخانہ میں ڈامارگا کو اس کے ساتھیوں سے الگ رکھا گیا۔ اور قید تنہائی کے علاوہ احتیاطاً اس کے پاؤں میں بیڑیاں بھی ڈال دی گئیں۔ جیلخانہ شہر کے باہر واقع تھا۔ کسی زمانہ میں اس جگہ ایک قلعہ ہوا کرتا تھا جس کی اندرونی صورت بدل کر اسی کو جیلخانہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ چنانچہ عہد قدیم کی یادگار ایک گہری خندق اب تک جیلخانہ کے گرد موجود تھی۔ اور ڈامارگا کی کوٹھڑی اس طرح واقع تھی۔ کہ خندق کا گدلا پانی اس کی دیواروں سے ٹکراتا تھا۔ اس کی کوٹھڑی میں صرف ایک کھڑکی تھی اور اس میں بھی نہایت مضبوط آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اس کھڑکی کی راہ سے بہت دور تک کا نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ جیلخانہ میں متعدد صحن تھے جن میں سے ایک ڈامارگا کی کوٹھڑی سے ملحق تھا۔ اور اس جگہ اوقات مقررہ پر اسے اور دوسرے قیدیوں کو ورزش کے لئے باہر نکالا جاتا تھا دو سنتری شب و روز اس جگہ کا پہرہ دیتے تھے یعنی ایک آدمی پھاٹک پر متعین رہتا اور دوسرا خندق کے پار رہا کرتا تھا۔

رہزن قیدیوں کے اس جیلخانہ میں آنے کے دوسرے دن دوپہر کے وقت ڈامارگا تنہا قید خانہ کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ داروغہ جیل کا حکم تھا۔ کہ اس کو دوسرے قیدیوں سے میل جول کا موقعہ نہ دیا جائے یہی وجہ تھی۔ کہ جب اسے صحن میں لاتے۔ تو اس کے ساتھیوں کو ان کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے تھے۔ قدرتی طور پر منتظم جیل کا خیال تھا۔ کہ یہ شخص جس نے اپنے ہاتھ سے اتنی بڑی جماعت تیار کی ہے۔ بڑا عیار اور چالباز ہوگا۔ پس بڑے حزم و احتیاط سے کام لیا جاتا تھا اور اسے اور لوگوں سے جدا رکھنے کی مصلحت بھی یہی تھی۔ کہ وہ ان سے مل کر فرار کی کوئی صورت پیدا نہ کر سکے۔

جیسا ہم نے لکھا ہے۔ دوپہر کے وقت ڈامارگا اکیلا ہی جیلخانہ کے صحن میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ جن کا سرا بڑی احتیاط سے کمر میں باندھ دیا گیا تھا۔ ہاتھ البتہ کھلے تھے اور گو اس کے لئے موجودہ حالت میں چلنا وقت طلب تھا۔ تاہم غیر ممکن نہ تھا۔ یہاں رہتے ہوئے اس نے قیدخانہ کے مختلف حصوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کر لی تھی۔ اور اس وقت بھی صحن میں ٹہلتے ٹہلتے وہ فرار کی مختلف تجویزیں سوچ رہا تھا۔ کیونکہ اور کوٹھڑیوں کی کھڑکیاں اندرون جیلخانہ

کی طرف کھلتی تھیں جن میں سے ایک کھڑکی اس مکان کی بھی تھی جس میں جیلخانہ کا ایک پہرہ دار رہا
کرتا تھا۔ ڈامارگا نے چلتے چلتے نظر اٹھائی۔ تو دیکھا۔ ایک خوبصورت جوان لڑکی اس کھڑکی میں
رکھے ہوئے پودوں کو سینچ رہی ہے۔ اس کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ اور گو صحیح معنوں میں اسکو
حسین نہیں کہا جاسکتا تاہم اس میں کچھ نہ کچھ دلکشی ضرور تھی۔ آنکھیں سیاہ صورت نظر نواز
اور عارض تاباں پر شباب کی سرخی موجود تھی۔ اس کا باپ دوسرے صحن میں کوئی کام کر رہا تھا وہ
اس طرف دیکھ کر مسکرائی تو ڈامارگا نے دیکھا کہ لب لعلین کے اندر موتیوں کے ایسے ہموار دانت چمکتے
تھے۔ لباس خوشرنگ۔ نگاہیں بے باک اور لبوں کی ساخت سے عشق کے جذبات پنہاں نمودار تھے
ڈامارگا تو ہمیشہ ان موقعوں کا منتظر رہتا تھا جن سے بہترین فائدہ حاصل کیا جائے۔ اسے دیکھا تو بڑے
ادب سے ٹوپی اٹھا کر سلام کیا۔

فینٹ نے۔ کیونکہ اس حسینہ کا یہی نام تھا۔ اب تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ نہ اسکو یہی معلوم
تھا۔ کہ یہ کس الزام میں ماخوذ ہے۔ قیدی کی سڈول صورت اور مردانہ وجاہت دیکھکر بہت متعجب
ہوئی۔ اس کے سلام نے دماغ کو عرش پر پہنچا دیا۔ مگر آنکھیں انداز حجاب سے جھک گئیں۔ اس نے
بھی قیدی کے سلام کا جواب دیا۔ مگر ستم یہ کہ اتفاق سے باپ نے ایسا کرتے دیکھ لیا۔ وہیں سے چلا کر
کہنے لگا۔ "فینٹ کون ہے؟ کس کو سلام کرتی ہو؟"

سوال اتنے بلند لہجہ میں پوچھا گیا تھا۔ کہ شاید ڈامارگا کے کانوں تک بھی پہنچ جاتا۔ مگر ایسا
نہیں ہوا۔ فینٹ شرمندہ ہو کر پرے ہٹ گئی۔ ادھر باپ کچھ جواب نہ پاکر کوٹھڑی میں گیا۔ اور پھر وہی
سوال پوچھا۔ وہ ایک فربہ اندام محرور المزاج سخت گیر آدمی تھا۔ فینٹ ڈر گئی۔ اور کچھ جواب نہ دے
سکی۔ پہرہ دار نے کھڑکی سے دیکھا تو ڈامارگا ٹہلتا نظر آیا۔ جان گیا کہ لڑکی نے اسی کو سلام کیا تھا
غصہ سے بھر کر کہنے لگا۔ "بدنصیب تو نہیں جانتی کس کو سلام کر رہی ہے۔ یہ آدمی گو دیکھنے
میں شریف مگر باطن میں بڑا فتنہ پرداز عیار اور چالاک ہے۔ آجکل اس پر قتل کا الزام عائد کیا
گیا ہے۔"

"نہیں ابا غیر ممکن ہے۔" فینٹ نے شوخی سے کہا۔ "ایسے آدمی کی نسبت گمان نہیں ہو سکتا
کہ قاتل ہو۔ ذرا اس کی صورت و انداز کو دیکھئے۔ ۔ ۔"

"میں پھر کہتا ہوں یہ شخص قاتل ہے" پہرہ دار نے قطع کلام کر کے کہا "جس روز ان لوگوں
کو جیلخانہ میں لایا گیا۔ تم اپنی خالہ کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے تم کو معلوم نہیں۔ کہ ان کی

آمد پر قصبہ میں کس قدر سنسنی پھیلی تھی۔"

"مگر ابا کیا اس کے مقدمہ کی سماعت ہو چکی؟" فینٹ نے پوچھا۔

"نہیں تم کیوں پوچھتی ہو؟"

"اس لئے کہ ممکن ہے بے قصور ہو۔ اور عدالت سے بری ہو جائے۔ یاد ہوگا کس طرح ایک مارکوئیس پر اپنی بیگم کو زہر دینے کا الزام عائد کیا گیا تھا اور سب لوگ یہی کہتے تھے۔ کہ وہ قاتل ہے مگر عدالت میں اس کی بے گناہی ثابت ہوئی۔ اسی طرح تم کو اس نوجوان کا واقعہ بھی یاد ہوگا جس کی عمر تقریباً اکیس سال تھی۔ اور جس پر جعلسازی کا الزام عاید کیا گیا تھا۔ میں بار بار کہتی تھی۔ کہ وہ بے قصور ہے۔ مگر تم ضد کرتے تھے۔ کہ نہیں مجرم ہے۔ مگر جب مقدمہ چلا تو صاف بری ہوگیا اور ایک دوسرا ہی شخص مجرم ثابت ہوا۔ کیا عجب اس آدمی کا بھی یہی حال ہو۔ کیونکہ ... "

"چپ! ناعاقبت اندیش لڑکی چپ رہ!" اس کے باپ نے غضبناک ہو کر کہا۔ "تو محض اس لئے اس کو بے قصور سمجھتی ہے۔ کہ اتنا خوش پوش اور وجیہ ہے۔ میں خود حیران ہوں کہ ایسی سکین صورت کے پردہ میں اتنا سیاہ دل کیسے چھپ سکتا ہے۔ مگر اس کے معنی یہ بھی تو نہیں ہیں کہ جامہ زیب آدمی کبھی مجرم نہیں ہوتے۔ تمہاری ماں زندہ ہوتی تو تم کو سمجھاتی۔ افسوس کہ میں تمہاری تربیت کے لئے وقت فرصت نہیں نکال سکتا۔ لیکن یہی حال رہا تو مجبوراً تم کو دیہات میں تمہاری خالہ کے ہاں بھیج دینا پڑے گا ... "

"نہیں نہیں پیارے ابا ایسا نہ کرنا۔" فینٹ نے باپ کے گلے میں باہیں ڈال کر بھولی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے بھیج دو گے تو تمہارے لئے روٹی کون پکائے گا؟"

"بس یہی خیال تمہارے بھیجنے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ لیکن خبردار پھر کبھی قیدی لوگوں کو کسی طرح کے اشارے نہ کرنا۔ میں آدھے دن کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ اور تم یہاں اکیلی ہو۔ اس لئے اور بھی سختی سے ہدایت کرتا ہوں۔ کیونکہ ان لوگوں سے میل جول رکھنا بڑا خطرناک ہے۔"

یہ گفتگو اسی جگہ ختم ہوگئی۔ مگر فینٹ کے خیالات کا سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہا۔ وہ جتنا زیادہ سوچتی۔ اسی قدر یقین پختہ ہوا جاتا تھا۔ کہ ایسا شوقین و شکیل آدمی جس کے بشرہ سے شرافت و نجابت کے آثار نمودار ہیں۔ جس کے بال سیاہ صورت بارعب اور ناک نقشہ میں فرق نہیں کیسے قاتل ہو سکتا ہے۔ لڑکیوں کی خودسری اور سرشوری مشہور ہے۔ ادنےٰ قسم کے ناول اور افسانے پڑھ کر وہ ہر ایسے آدمی کو جو خوش پوش اور شکیل ہو۔ ہادر سمجھنے لگتی ہیں۔ یہی حال بیوقوف فینٹ کا تھا

باپ نے آدھے دن کی چھٹی لے رکھی تھی۔ وہ چلا گیا۔ تو فینٹ دوسرے پہرہ دار کی بی بی سے باتیں کرنے پاس والے کمرہ میں گئی۔ حقیقت میں وہ اس سے دراز قامت قیدی کے متعلق مفصل حالات معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ہمسائی کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ یہ آدمی لٹیروں کی ایک خطرناک جماعت کا سرغنہ تھا۔ اور اس نے مختلف اوقات میں کئی سنگین جرائم کئے تھے ان حالات کو سن کر فینٹ کئی بار کانپنے لگی۔ مگر یہ خیال بہر صورت اس کے دل سے خارج نہ ہوا۔ کہ اس آدمی کی نسبت کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایسا شکیل و وجیہ آدمی اس کی رائے میں جرم قتل کا ہرگز مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ رہ گیا رہزنی کا سوال تو ایسی جماعت کا سرغنہ ہونے میں کچھ برائی نہیں۔ بلکہ اس سے اسکی شجاعت بسالت اور طاقت رہبری ظاہر ہوتی ہے۔ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی دیر بعد اپنے کمرہ میں واپس ہوئی۔ تو باپ کی دی ہوئی سب ہدایتیں بھول گئی۔ اور دوبارہ کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ قیدی نے اسے دیکھا تو مکرر سلام کیا جس کا اس نے بڑے تپاک سے جواب دیا۔

جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ باپ بیٹی کی گفتگو ڈامارگا نے بالکل نہیں سنی تھی۔ بہر حال وہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ لڑکی میرے جرم سے ضرور واقف ہوگی جس سے قدرتی طور پر اس نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ وہ یا تو میرے جرم کو خفیف سمجھتی۔ یا اسے ناقابل یقین خیال کرتی ہے۔ ورنہ غیر ممکن تھا کہ میرے سلاموں کا اس توجہ سے جواب دیتی۔ یہ سوچ کر اس نے اشارہ سے بتایا کہ میں تم سے باتیں کیا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ پہلے دل پر ہاتھ رکھا پھر دونوں ہاتھوں کو انداز التجا سے جوڑ دیا۔ اس کا فینٹ کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ اسے چوروں کے سردار کی حالت پر رحم آیا۔ اشارہ سے کہنے لگی میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ڈامارگا کو دوبارہ کوٹھری میں بند کرنے کا وقت ہو گیا۔ جہاں سے اس کو سر شام پھر باہر نکالا جاتا تھا

اس طرح میڈموازل فینٹ ایک دلکش افسانہ کی حصہ دار بنی۔ وقت کم تھا۔ اور کوئی خاص تجویز اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ تین چار گھنٹے اسی سوچ میں رہی کہ اب کیا کروں۔ اسی فکر میں نہ کھانا کھایا۔ نہ سوزن کاری پر توجہ دی۔ ڈاکو سردار کی وجیہ صورت۔ اسکی سیاہ آنکھیں بارعب مونچھیں اور اس کی مجبوری ہر وقت پیش نظر ہوتی تھی۔

شام کے ۷ بجے ڈامارگا کو صحن میں ٹہلنے کے لئے پھر کوٹھری سے نکالا گیا۔ فینٹ نے اسکی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ اشاروں سے گفتگو کی خواہش کر رہا ہے۔ سوچا شاید کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔ اور میرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ کیا عجب اپنی بیگناہی کا ثبوت پیش کرنا چاہتا

ہو۔ اس حالت میں اسکی بات، نہ سننا صریحاً ظلم ہوگا۔ یہ اور اس قسم کے خیالات رہ رہ اس کو پریشان کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اس نے ڈامارگا کا پیغام سننے کا فیصلہ کرلیا۔

فرضی استدلال سے اپنے دل کو یہ سمجھانے کے بعد کہ اس حالت میں ایک مجبور آدمی کی امداد داخل ثواب ہے۔ وہ اس کام کے لئے آمادہ ہوگئی۔ جیل کے زیرتجویز قیدیوں کو پہرہ داروں کی معرفت تمباکو۔ پاس بستر یا شراب کی بوتلیں منگانے کی اجازت تھی۔ گفتگو کا اور کوئی ذریعہ نہ دیکھکر فینسٹ نے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل اور دوسرے میں تمباکو کا پیکٹ لیا۔ اور اپنے کمرے سے اترکر اس صحن کی طرف چلی جس میں ڈامارگا ٹہل رہا تھا۔ صحن کا دروازہ ایک کونے میں اس طرح واقع تھا کہ دوسرے پہرہ داروں کے کمروں سے دکھائی نہ دیتا تھا۔ دروازہ میں ایک تنگ کھڑکی تھی جسے کھول کر کوئی آدمی باہر کھڑے قیدی سے گفتگو کر سکتا تھا۔ چنانچہ جو لوگ قیدیوں کی ملاقات کے لیے آتے انہیں اسی کھڑکی کی راہ سے باتیں کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

کھڑکی کھول کر فینسٹ نے اندر دیکھا۔ تو ڈامارگا جو ہمہ تن انتظار تھا۔ فوراً قریب آیا۔ ایک دوسرے کو پاس سے دیکھنے پر فریقین کو مایوسی نہیں ہوئی۔ کیونکہ نقلی ہیرن اتنا ہی شکیل و وجیہ نکلا جتنا فینسٹ کا خیال تھا۔ بلکہ اس کے اطوار امید سے بڑھ کر دلربا ثابت ہوئے۔

ڈامارگا کو دیکھکر فینسٹ کی مست آنکھیں بے اختیار فرش زمین کی طرف جھک گئیں۔ اور رخساروں پر شرم کی سرخی نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔ "آپ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں؟"

"کافر ادا حسینہ۔ میں واقعی تم سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں تمہیں مجھ بدنصیب سے ہمدردی ہے۔" قیدی نے جواب دیا۔

"بے شک مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔" فینسٹ نے بدستور شرماتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ میرے نزدیک... میرے نزدیک غیر ممکن ہے کہ..."

"آہ! فرشتہ خصال لڑکی۔ شکر ہے کہ تو مجھے بے قصور سمجھتی ہے۔" نقلی ہیرن نے اس کے خیالات معلوم کرکے جلدی سے کہا۔ "نہیں میں قصوروار نہیں ہوں۔ مگر ایسے حالات میں بے گناہی ثابت کرنا کتنا دشوار ہے..."

"میں یہ سن کر بہت خوش ہوئی کہ آپ بے قصور ہیں۔" فینسٹ نے کسی قدر جوش سے کہا۔ اور اس کے رخساروں کی سرخی نے زیادہ گہری رنگت اختیار کرلی۔

"اوہ۔ کیا خوش نصیبی ہے کہ ایسی نازک ادا۔ قمر طلعت حسینہ کو میری بے گناہی پر سچی خوشی

ہوتی ہے۔" ڈامارگا نے مصنوعی جوش ممنونیت سے کہا "مبارک ہیں وہ فرشتہ خصال ہستیاں جن کے دہن شیریں سے نکلا ہوا ہمدردی کا ایک لفظ کوہ غم کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے۔ کاش میں آزاد ہوتا کہ اپنی سچی شکر گذاری کا ثبوت پیش کر سکتا۔۔۔"

"مگر میں پوچھتی ہوں کیا آزاد ہونے کے بعد آپ پھر اسی جنگل میں چلے جائیں گے۔ اور ڈاکوؤں کا سرغنہ بننا منظور کریں گے؟" فینٹ نے سوال کیا۔

"آزاد ہونے کے بعد؟۔۔۔ مگر آہ! آزادی کہاں ہے!" ڈامارگا نے انداز حسرت سے جواب دیا "لیکن اگر میں ایک بار آزاد ہو جاؤں۔ اور تو اے نیک خصلت حسینہ میرے ساتھ ہو۔ تو بس تیرا حکم میرا قانون ہے۔ اور تیری خوشی میری زندگی کا مقصد۔ پھر کبھی صرصر حوادث ہماری زندگی کے سکون میں خلل انداز نہ ہو۔۔۔"

"مگر۔۔۔ مگر۔۔۔" فینٹ نے شرماتے ہوئے رک رک کر کہا "ممکن ہے کوئی آنکھ چشم انتظار بن کر تمہاری راہ تکتی ہو۔ یا کوئی دل داغ حرماں لئے تمہاری واپسی کے لئے بے چین ہو۔ یعنی کوئی برق پیکر حسینہ تمہاری آمد کے انتظار میں رنج و کلفت کے دن گذار رہی ہو۔۔۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں" ڈامارگا نے جواب دیا "یہ قلب حزیں آج تک عشق کے راز سے بے خبر تھا۔ آج باراول اس کو محسوس ہوا ہے کہ عشق کیا شے ہے۔ اور کتنی زبردست طاقت رکھتا ہے حسین دوشیزہ۔ میرے لئے تم کو دھوکا دینا غیر ممکن ہے۔ اس لئے سچ جانو کہ میں اپنے دلی خیالات ظاہر کر رہا ہوں۔ تم نے مجھ سے ہمدردی کی تو اس ہمدردی نے میرے دل کے کسی نامعلوم گوشہ میں چھپے ہوئے جذبات کو بیدار کر دیا۔ اور اب یہ بندۂ ناچیز تمہارے قدموں پر نثار ہونے کو بیتاب ہے۔ آہ! اگر میں اس وقت آزاد ہوتا تو تمہارے پاؤں میں گر کر لطف و کرم کا خواستگار رہتا۔ میں وہ بے شمار دولت تمہارے سامنے پیش کرتا جو میں نے ایک نامعلوم مقام پر جمع رکھی ہوئی ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اپنا دل تمہاری نذر کر دیتا۔"

فینٹ نے ایسی میٹھی میٹھی باتیں اس سے پہلے کاہے کو سنی تھیں۔ سن سن کر اس کے چہرہ کی رنگت سرخ ہوتی جاتی تھی اور دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ شرما کر کہنے لگی "صاحب میرے سامنے اس لہجہ میں باتیں نہ کرو۔ میں انہیں سننا داخل گناہ سمجھتی ہوں۔ ہاں یہ بتائیے۔ میں آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟ شاید آپ کو اپنی بیگناہی ظاہر کرنے کے لئے کسی ثبوت کی حاجت ہے۔ یا آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جرم جو آپ کی ذات سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت آپ کی عدم حاضری

اور بے خبری میں آپ کی جماعت کے آدمیوں کی طرف سے ہوئے تھے...."

"آہ! کتنی عجیب بات ہے کہ تم میرے دلی خیالات کو اس خوبی سے سمجھتی ہو۔" ڈامارگا نے خوش ہو کر کہا۔ "اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے دلوں کو آپس میں راہ ہے۔ اور کوئی نامعلوم رشتہ انہیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ اس لیئے میں تمہاری ہمدردی کو اس محبت کی ابتدا سمجھتا ہوں جس کی بنیاد ہمارے دلوں میں قائم ہو چکی ہے۔"

فینٹ کا دل اب زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اور اسکی شرمائی ہوئی آنکھیں اس محبت کا ثبوت تھیں جو اسے ڈاکو سردار سے پیدا ہو چکی ہے۔ ڈامارگا کی آواز اس کے لئے نغمہ شیریں کی دلاویز صدا تھی۔ کسی ڈاکو سردار کی دلہن بن کر دور دراز ملکوں یا گھنے جنگل میں زندگی گزارنا۔ اوہ! یہ جیلخانہ کی فضائے تاریک میں رہنے سے لاکھ درجہ بہتر ہوگا۔ ایک طرف صحت اور راحت تھی۔ دوسری جانب سنسانی اور کلفت۔ دونو کا انتخاب بہت دشوار نہ ہو سکتا تھا۔

"یہ سچ ہے کہ جرم میری عدم موجودگی میں ہوا تھا۔" ڈامارگا نے اس کے دل کی جدوجہد معلوم کر کے کہا۔ "اور یہ بھی سچ ہے کہ مجھے اس واقعہ کی خبر سن کر بے حد رنج و افسوس ہوا۔ مگر میں ایسی حالت میں کیا کر سکتا تھا؟ جو خرابی ظہور میں آ چکی اسکی تلافی حد امکان سے باہر تھی۔ اور میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا عبرتناک سزا دوں۔ کہ مجھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ صرف ایک بات کی نسبت پیاری فینٹ تم کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یعنی میں ایسی شہادت پیش نہیں کر سکتا۔ جس سے میری بے گناہی ثابت ہو۔ اس جماعت سے میرا تعلق ان کے جرموں کا بوجھ میرے سر ڈالنے کو کافی ہے۔ پس یہاں رہتے ہوئے میرے لئے سزائے موت تجویز ہونا یقینی ہے۔ قانون کا زبردست ہاتھ اس بے گناہ شخص کی جان لئے بغیر نہ رہیگا جس سے تم نے ازراہ شفقت ہمدردی کی ہے۔ اس لیئے میں اتنی ہی التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو میری جان بچانے کی کوشش کرو۔ مجھے بیرن کا رتبہ حاصل ہے۔ اور میں وادی ایلپس میں ایک نہایت پر فضا مقام پر رہتا ہوں۔ جہاں میرا اپنا قلعہ واقع ہے۔ کاش تم کو دلہن بنا کر ساتھ لے جا سکتا۔ اس جگہ رہتے ہوئے ہماری زندگی کے دن کس عیش و مسرت سے بسر ہوتے!...."

فینٹ کے دل پر اس تقریر کا بہت اثر ہوا۔ خواب راحت دماغ پر نشہ کا کام کر رہا تھا۔ کوہستان ایلپس میں ڈاکو سردار کے عالی شان قلعہ کی تصویر پیش نظر ہوئی۔ اور عالم تصور میں اس نے دیکھا۔ کہ میں خوشرنگ لباس پہنے بیرن ڈامارگا کے بازو کا سہارا لیے سرو و شمشاد کی چھاؤں میں سیر

کرتی پھر رہی ہوں۔ قید خانہ کی چار دیواری اب جبکہ اسے بہت مدت ہو گئی تھی مگر اب یہ جگہ اتنی افسردہ کن اور یاس انگیز نظر آئی جیسی پہلے کبھی معلوم نہ دی تھی۔ ڈاماگا نے جان لیا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات اُمڈ رہے ہیں۔ اپنی تقریر کے اثر کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے شاعرانہ انداز سے کہنے لگا۔

"اس نازنین کو جس نے میری انتہائی مشکلات میں سچی ہمدردی کی۔ اس قمر طلعت حسینہ کو جس نے ایک خستہ تن اجنبی کی محبت کو شوق سے قبول کیا۔ اس کا نرم بال پری کو جو ضرور اس جان کی حفاظت میں مدد دے گی جس کا مقصد عمر بھر اس کا خدمت گذار رہنا ہوگا۔ یعنی اس فرشتہ نیکی کو جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ میں سچے دل سے گہری محبت اور دائمی وفا کا یقین دلاتا ہوں۔"

"مگر صاحب میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟" فینٹ نے پریشانی کے لہجہ میں پوچھا "کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا جس سے آپ کی خدمت بجا لاؤں" اور حزن و ملال کی شدت سے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔

"نہ رو پیاری حسینہ نہ رو" ڈاماگا نے تسلی بخش لہجہ میں کہا "تیرے آنسو کا ہر قطرہ میرے قلب حزیں پر پگھلے ہوئے سیسے کی طرح گرتا ہے۔ مگر یہ بتا۔ کیا تیرا باپ اس جیلخانہ کا پہرہ دار ہے؟"

"افسوس۔ ہاں" فینٹ نے جواب دیا۔ "اسی وجہ سے میں اس خوفناک مقام پر جس سے مجھے دلی نفرت ہے رہنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"اگر وہ پہرہ دار ہے۔ تو تم بڑی آسانی سے پھاٹک کی کنجی حاصل کر سکتی ہو۔"

"نہیں۔ یہ غیر ممکن ہے۔" فینٹ نے اداسی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"غیر ممکن! اوہ۔ دنیا میں غیر ممکن کوئی بات نہیں" ڈاماگا نے کہا "تم اگر چاہو۔ تو میری امداد کی بیسیوں راہیں نکال سکتی ہو۔ بھلا تم میرے لئے ایک مضبوط رسی اور چند ریتیوں کا انتظام کر دوگی؟"

"ہاں یہ میں کر سکتی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ اور اس کے خوشنما چہرہ پر رونق آ گئی۔ مگر جلدی ہی آواز دبا کر کہنے لگی۔ "آہ۔ میں سمجھ گئی۔ لیکن اس سنتری کا کیا انتظام ہوگا۔ جو خندق کے پار پہرہ دیا کرتا ہے"

"یہ مشکل بھی ناقابل حل نہیں ہے۔" ڈاماگا نے جواب دیا "فینٹ۔ فینٹ یاد رکھو۔ اگر اس وقت میری امداد کر دو گی۔ تو میں عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں گا۔ لیکن یہ امداد سچے دل سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ میرے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تم خود اس معاملہ کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔"

"اچھا تو کہئے۔ میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتی ہوں؟ اگر تجویز واقعی قابل عمل ہوئی۔ تو مجھے گریز دریغ نہ ہوگا۔" دوشیزہ نے پرشوق لہجہ میں جواب دیا۔

"کسی طرح اس سنتری کو جو خندق کے پاس کھڑا ہے رستہ سے ہٹانا چاہیئے۔" ڈامارگا نے جواب دیا
میں نے دیکھا ہے کہ ان لوگوں کی تبدیلی ایک بار رات کے دس بجے اور پھر آدھی رات کو ہوتی ہے۔ جو
آدمی آدھی رات کو پہرہ دے گا اس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ کیا تم اس وقت باہر جا سکو گی؟"

"خوش قسمتی سے والد میری خالہ سے ملنے گئے ہیں۔ اور خیال ہے کہ صبح سے پہلے واپس نہ آئیں گے
مگر بتایئے میں اس سنتری کی نسبت کیا کروں؟"

"کیا میری خاطر اس کو شراب پلانا منظور کرو گی؟" ڈامارگا نے نرم لہجہ میں پوچھا۔ پیاری فینٹے
یاد رکھو۔ یہ خدمت کسی اجنبی کی نہیں۔ بلکہ تمہارے عاشق جانباز کی ہے یعنی اس کی جو ہمیشہ تمہاری
بہادری کا مداح۔ اور عمر بھر تمہارا سچا خدمتگزار رہیگا۔"

"خیر جو آپ کہتے ہیں کر دوں گی۔ لیکن مہربانی سے مفصل بیان کیجیے۔" دیوانی لڑکی نے کہا۔

"اگر تم اس کو شراب پلا سکتی ہو" ڈامارگا نے کہا۔ "تو شراب میں ذرا سی نشیلی دوا ملا دینا۔
کیا مشکل ہے؟ ... آہ! تم ڈرتی ہو۔ مگر نہیں میں اس غریب کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ میرے کہنے کا
منشا صرف یہ ہے کہ شراب میں کوئی ایسی چیز شامل کر لی جائے جس سے وہ تھوڑی دیر کے لئے
بیہوش ہو جائے۔ ایسی شراب اگر ایک ڈرام بھی اس کو پلا دی جائے۔ تو کافی ہے۔ پھر میں بچ کر
نکل جاؤں گا جس کے بعد تم باآسانی مجھ سے آملو گی۔ اور ہم دونو کسی دور افتادہ مقام پر خوشی کی زندگی
بسر کریں گے۔"

فینٹے پر حماقت کا جن سوار تھا۔ ڈامارگا کی ہر ایک بات مان گئی۔ ڈاکو نے رسی اور ریتیوں
کی نسبت مکرر تاکید کی۔ اور یہ بھی سمجھایا کہ نشہ آور دوا کہاں سے ملیگی۔ اور اس کی کتنی مقدار کتنی شراب
میں ملانی چاہیئے۔ سب انتظام پختہ ہو گیا۔ تو لڑکی نے شراب ارتغبا کو پیش کیا۔ اس وقت ڈامارگا نے
کھڑکی کی راہ سے اس کا خوشنما ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔ پھر لبوں سے لگا لیا۔ اس کے بعد فینٹے
دریچہ بند کر کے چلی گئی۔ مگر اس کا دل عجیب و غریب امیدوں سے بھرا ہوا اور چہرہ آنے والی خوشیوں
کی یاد سے تمتما رہا تھا۔

اس کے پاؤ گھنٹہ بعد اس نے پھر وہی کھڑکی کھولی۔ اور سامان مطلوبہ پیش کیا۔ ڈامارگا نے
ان چیزوں کو لے کر جس لہجہ میں شکریہ ادا کیا۔ اس سے فینٹے کے جوش دماغ نے اور بھی ترقی کی۔ قیدی
نے پھر ایک بار اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور جب وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ واپس ہوئی تو
نگاہوں کے سامنے عہد مستقبل کی زریں تصویر پھر رہی تھی۔

باب ۱۳۳

فرار

اندھیری رات اور سناٹا۔

جیل خانہ میں قیدی اور محافظ دونو محوخواب تھے۔ مگر خندق کے پار ایک سپاہی بندوق کندھے پر رکھے ہموار قدموں سے ادہر ادہر ٹہل رہا تھا۔ نصف شب تقریباً گذر چکی تھی کہ وہ کسی کے پاؤں کی ہلکی چاپ سن کر ٹھیر گیا۔ مڑکر دیکھا تو ایک جوان عورت سیاہ لباس پہنے اپنی طرف آتی نظر آئی۔ گلے میں فراخ لبادہ اور سر پہ فرانسیسی عورتوں کے دستور سے خوشنما چھوٹی سی ٹوپی کج رکھی ہوئی۔ چہرہ قیدو نقاب سے آزاد تھا۔ کہ پہرہ دار کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ سپاہیوں کو اس جگہ رہتے چونکہ بہت مدت ہو چکی تھی۔ اور ان میں سے ہر شخص باری باری اس جگہ پہرہ دے چکا تھا۔ اس لئے فینٹ کم و بیش ہر ایک سے واقف تھی۔

اسے آتا دیکھ کر سپاہی نے کہا۔ "کون؟ میڈموازل فینٹ! کہئے اتنی رات کیسے باہر آنا ہوا؟"

"ایک سہیلی بیمار تھی۔ اسکی مزاج پرسی کو جا رہی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "اس کا مکان ذرا فاصلہ پہ شہر کے پاس واقع ہے۔ ڈاکٹر نے برانڈی تجویز کی تھی۔ اب ساتھ لئے جاتی ہوں۔"

"برانڈی! مریضہ کے لئے؟" سنتری نے ہنسکر کہا۔ "عارضہ کیا ہے؟ کیا ہیضہ کی شکائت ہو گئی تھی؟"

"کچھ ایسا ہی مرض ہے۔" فینٹ نے جواب دیا۔ "والد اصرار کرتے تھے۔ کہ برانڈی ضرور ساتھ لے جانا۔ اس لئے لیتی آئی ہوں۔"

"تو مریضہ کیا سب کی سب پی جائے گی؟" سپاہی نے جس کے منہ میں شراب کا ذکر آنے سے پانی بھر آیا تھا۔ پوچھا۔

"چلو ساری نہ پئے گی تو باقی اس کے شوہر کے کام آئے گی۔ مرد تو عموماً برانڈی کے شوقین سنے جاتے ہیں۔۔۔"

"سچ کہتی ہو۔ اور اس معاملہ میں میں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔" پہرہ دار نے ہنس کر کہا۔ ساتھ ہی پرمعنی انداز سے چٹخارہ لگایا۔

"آہ! آپ بھی ریجھ گئے کیا؟" فینٹ نے ہنس کر کہا۔ "اچھا لو ذائقہ چکھ لو۔"

یہ کہہ کر اس ٹوکری میں سے جو ہاتھ میں تھی شراب کی بوتل نکالی۔ سپاہی نے بندوق زمین پر رکھ لی۔ اور کاگ کھول کر بوتل کو منہ سے لگایا۔ پہلا گھونٹ کافی لمبا تھا۔ اور دوسرے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ سر میں چکر آگیا۔ جلدی سے بوتل فینٹ کے ہاتھوں میں دے دی۔ اور تیورا کر فرش زمین پر گرا۔ بندوق الگ جا پڑی گرتے ہوئے اس کے منہ سے فقط ایک لفظ نکلا۔ "اُف۔ دغا!"

آواز چونکہ مدھم تھی۔ اس لئے کسی کو سنائی نہ دی۔ اس کے ایک لمحہ بعد وہ بے جان لاش کی طرح بے حرکت ہوگیا۔ فینٹ ڈری۔ خیال آیا۔ شاید دوا زہریلی تھی۔ اس لئے مرگیا۔ لیکن فوراً اوسان بحال کر کے ڈامارگا کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش کی جس نے دوا کے اثرات کو مفصل بیان کیا تھا۔ اس کے بعد جیب سے ایک سپید رومال نکال کر ہلانا شروع کیا۔ دفعتاً خندق کے پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ قیدی نے رات کی تاریکی میں اس کا اشارہ دیکھ لیا۔ یہ آواز اس رسی کے پانی میں گرنے کی تھی جسے ڈامارگا نے کھڑکی سے باندھ کر نیچے لٹکا دیا تھا۔

فینٹ سے ریتیاں حاصل کرنے کے بعد اس نے تین چار گھنٹہ میں بڑی محنت و سرگرمی سے کام کیا۔ ریتیوں کی مدد سے پہلے بیڑیاں کاٹیں پھر کھڑکی کی ایک سلاخ کو قطع کیا حسن اتفاق سے فرار میں کوئی نادیدہ رکاوٹ حائل نہ ہوئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد فینٹ کو جو خندق کے کنارے اضطراب مجسم بنی کھڑی تھی۔ ایک دھندلی صورت کھڑکی سے نکل کر رسی کی مدد سے نیچے اُترتی نظر آئی۔ پھر پانی میں چھپ چھپ کرنے کی آواز سنائی دی۔ خندق بہت گہری تھی۔ اور اس مقام پر اسکی چوڑائی تیس گز سے کم نہ ہوگی۔ مگر ڈامارگا اچھا تیراک تھا۔ دو چار ہاتھ مار کر اس کنارہ پر جا لگا۔ جہاں سنتری بیہوش پڑا تھا۔ اور فینٹ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ مگر عین اس وقت جب معشوق کے ہاتھ شوق و مسرت سے دلدار کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اور ڈامارگا اور فینٹ میں صرف چند فٹ کا فاصلہ حائل تھا کسی نے اندھیرے میں شور مچانا شروع کیا۔ "پکڑو! پکڑو۔ قیدی بھاگ گیا!... فینٹ!... آہ! بدکردار لڑکی!..."

آواز فینٹ کے باپ کی تھی۔ جو کھیتوں سے گذر کر خندق کی طرف آرہا تھا۔ اسکی تیز آنکھ نے اندھیرے میں قیدی کو بالاخانہ سے اترتے اور خندق عبور کرتے دیکھ لیا۔ اور اسے پکڑنے کو دوڑا۔ فینٹ کی توجہ چونکہ ڈامارگا پر لگی ہوئی تھی۔ نیز اس کے پانی میں تیرنے سے آواز بھی پیدا ہوتی تھی۔ اس لئے وہ باپ کی آمد سے بے خبر رہی۔ اور اس کے پاؤں کی چاپ نہ سن سکی

اتنے میں فینٹ کا باپ قریب آ پہنچا۔ اور ادائے فرض کے جوش میں اندھا ہو کر ڈامارگا

سے لپٹ گیا۔ مگر ان کی جدوجہد بہت دیر قائم نہ رہ سکی۔ ڈامارگا میں دس ہزار دیووں کی طاقت پیدا ہو چکی
تھی۔ یاس سے ہمت کو ناقابلِ مغلوب بنا دیا تھا۔ اس نے بدنصیب پہرہ دار کو اس طرح فرش زمین پر گرا
دیا۔ جیسے کوئی بے جان چیز گرتی ہے۔ فینٹ بے حواس ہو گئی۔ سمجھی شاید باپ مر گیا۔ دوڑتی ہوئی اس
مقام پر گئی۔ جہاں وہ بے ہوش پڑا تھا۔ اور اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ ادھر ڈامارگا نے راہ
فرار خالی دیکھی تو نہ فینٹ کا خیال کیا۔ نہ اس کی ہمدردی کا۔ زخمی ہرن کی تیزی سے بھاگا۔ اس
کے ایک لمحہ بعد جب فینٹ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہ نظروں سے غائب ہو چکا تھا!

اس بات سے بالکل بے خبر کہ پاؤں کدھر اٹھ رہے ہیں۔ اور مجھے کہاں جانا چاہیے ڈامارگا
جھاڑیوں کو پھاندتا۔ کھیتوں کو عبور کرتا اندھا دھند دوڑا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ پہرہ دار کی آواز سن
کر جیلخانہ میں ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ اور بہت سے آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر میرا تعاقب کریں گے
خوف نے اس کی ٹانگوں میں پر لگا دیئے۔ اب نہ غریب فینٹ کے ایثار کی پروا تھی۔ نہ اس بات کی کہ میرے
ہاتھوں اس کے باپ کا خون نہ ہو گیا ہو۔ فقط اپنی سلامتی کی فکر باقی تھی۔ تھوڑے فاصلہ پر کھیت
میں ایک گھوڑا چر رہا تھا جھٹ اس پر سوار ہو گیا۔ اور درخت سے ایک چھڑی توڑ کر اس کو زور
سے ہنکانے لگا۔ اسی طرح کاٹھی اور زین کے بغیر میلوں نکل گیا۔ سرپٹ دوڑنے سے گھوڑے کا دم
پھولنے لگا ڈامارگا نے یہ حالت دیکھی تو اسکو وہیں چھوڑ پیدل چلنے لگا۔ تھوڑی دور چل کر روشنی
نظر آئی۔ سمجھا کوئی گاؤں یا قصبہ آباد ہے۔ پہلے دوسری طرف مڑنا چاہتا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا۔
"نہیں اس روشنی کی طرف ہی چلنا چاہیے۔ تعاقب کرنے والے سمجھیں گے اس جگہ نہیں ٹھیرا۔ کیا عجب
حفاظت کی کوئی جگہ مل جائے۔"

روشنی کی سیدھ پر چلتا وہ ایک کچی عمارت کے پاس پہنچا۔ معلوم ہوا کہ گاؤں کی سرحد پر کاشتکاروں
کا کھلیان ہے۔ اندر سے گانے کی آواز اور طبلہ کی گمک سنائی دیتی تھی۔ مگر راگ بے سُر تھا۔ اور
ساز بے تال۔ سوچا۔ رس ہو رہا ہے۔ مکان کے پچھلی طرف گیا۔ تو ایک دروازہ کھلا تھا۔ دھندلی
روشنی میں دیکھا کہ کمرہ میں داہنی دیوار کے ساتھ بھوس کا انبار لگا ہوا ہے۔ اور آگے ایک میلا کمبل
یا کسی کپڑے کا پردہ لٹک رہا ہے۔ حاضرین کی واہ وا۔ اور تماشہ والوں کے شور و غل سے یقین
ہو گیا کہ پہلا خیال صحیح تھا۔ ضرور کسی قسم کا تماشہ ہو رہا ہے۔

"بس یہ جگہ سب سے محفوظ ہے۔" اس نے اپنے دل سے کہا۔ "یہاں پر میری موجودگی کا کس کو خیال ہو
سکتا ہے۔ اس لئے یہیں چھپنا چاہیے۔" اور یہ فیصلہ کر کے وہ ایسے موقعہ پر جب تماشائی صدائے

تحسین بلند کرنے میں مشغول تھے۔ وہ بے پاؤں اس کمرہ میں گھس گیا۔ جہاں خشک گھاس جمع تھی۔ اور اس میں دبک کر بیٹھ گیا۔

ڈامار گا نے جرم کی زندگی میں کئی نشیب و فراز دیکھے تھے۔ بارہا سپین اور اٹلی کی سیاحت کر چکا تھا۔ اور فرانس و برطانیہ کے صدر مقامات سے تو گھر کی طرح بے تکلف تھا۔ اس سیر و سیاحت کی زندگی میں وہ مختلف زبانوں سے بھی واقف ہو چکا تھا۔ اس لئے فرانسیسی نژاد ہونے کے باوجود انگریزی سے بے بہرہ نہ تھا۔ اس نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ تماشہ والے انگلستان کے باشندے ہیں۔ مگر اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ ان سے فائدہ کیونکر اٹھایا جائے۔ بے شک پروانہ راہداری اس کے پاس تھا۔ مگر اسے دکھانے کی جرات نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے فوراً شخصیت ظاہر ہو جاتی۔ پروانہ کے بغیر سفر کرنا بھی محال تھا۔ بالفرض ظاہری شباہت تبدیل کرنے کو مونچھیں صاف کر دیتا اور بھیس بدل لیتا۔ تو راہداری کا سوال پھر بھی باقی رہ جاتا تھا۔ نیا پروانہ تبھی حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ ہر نام لکھا یا جائے۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے فرار پر ہر حصہ ملک میں شور برپا ہو گا۔ اشتہار شائع ہوں گے۔ اور انعام مشتہر کئے جائیں گے۔ ان حالات میں حراست سے بچنے کی فقط ایک تدبیر نظر آئی۔ یعنی جس طرح ممکن ہو ان لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور بھیس بدل کر ان کے مشترکہ پروانہ کی حفاظت میں سفر کرتا رہے۔

وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہی تھا کہ درمیانی وقفہ کا پردہ گرا۔ اور دو تین آدمیوں نے ساز بجانا شروع کیا۔ اب ڈامار گا اس مقام سے جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ تماشہ والوں کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ معلوم ہوا۔ نہایت غریب آدمی ہیں۔ ان کی صورت ہی سے فلاکت اور نکبت برستی تھی۔ اس کے باوجود سب آدمی خوش اور مطمئن تھے تماشہ کا ایک باب ختم ہوا۔ تو اثنائے وقفہ میں حسب طریقہ پر انہوں نے اپنی سادہ خوراک کو بانٹ کر کھایا۔ اور جس طرح ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہے۔ اس سے ان کی خوش طبعی ظاہر تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد پردہ پھر اٹھا۔ اور کھیل شروع ہوا۔ حاضرین فرانسیسی مگر تماشا والے انگریز تھے۔ اس کے باوجود کھیل ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ کیونکہ گو حاضرین ایکٹروں کے الفاظ سمجھنے سے قاصر تھے۔ تاہم ان کی نقل و حرکت سے بہت حظ اٹھاتے رہے۔ اسی طرح کھیل جاری رہا۔ حتے کہ اس کے خاتمہ پر آخری بار پردہ گرا۔

ڈامار گا کی جیب میں اس وقت نقدی کی قسم سے پائی تک نہ تھی۔ جتنا روپیہ اس کے پاس تھا وہ سب کا سب گرفتاری کی جامہ تلاشی پر لے لیا گیا تھا کہیں سے روپیہ ملنے کی امید بھی نہ تھی۔ عینٹ سے اس نے اپنے دفینہ کا جو قصہ بیان کیا۔ وہ اتنا ہی فرضی تھا۔ جیسے کوہستان ایلپس کے قلعہ کا افسانہ۔ واقعہ

میں یہ شخص عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ اور جیسا اس قماش کے لوگوں میں عموماً دیکھا جاتا ہے۔ جواہی کھیلتا تھا۔ جب کبھی لوٹ کا روپیہ ہاتھ آتا۔ تو فوراً اس کے کسی بڑے شہر میں جا کر اس وقت تک بے دریغ خرچ کیے جاتا۔ جتنے اکہ ضروریات زندگی سے تنگ آکر نئے جرم پر مجبور ہوتا۔ خیر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ اس وقت وہ بالکل بے زر تھا۔ اس لیے تماشہ والوں میں شریک ہونے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

کھلیان گاؤں کے ایک کاشتکار نے تماشہ والوں کو بے معاوضہ دے دیا تھا۔ اور وہ تماشہ کرنے کے علاوہ رہتے بھی اسی میں تھے۔ جب کھیل ختم ہوا۔ اور حاضرین رخصت ہو گئے۔ تو ایکٹروں میں سے ایک ان لالٹینوں کو اتارنے لگا۔ جو دروازہ پر لٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد سب لوگ دروازہ بند کر کے آرام کی تیاری کرنے لگے۔ جماعت کے منتظم نے اس دن کی آمدنی گننی شروع کی۔ اور سب آدمی رقم معلوم کرنے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک پہلے ہی اس بات کا اندازہ کر چکا تھا۔ کہ اس رات کی آمدنی کس قدر ہے۔ بہرحال آخری میزان ہر شخص کے لیے باعث اطمینان ہوئی۔ اور سب لوگ خوش ہو گئے۔ ڈمارگا نے یہ حالت دیکھی تو موقعہ کو مفید مطلب سمجھا۔ اور سوچنے لگا کہ اس سے فائدہ کیونکر اٹھایا جائے۔

حاضرین سے نظر بچا کر وہ دبے پاؤں اس مقام سے باہر نکلا۔ جہاں اب تک چھپا بیٹھا تھا۔ پھر عقبی دروازہ کو اس طرح زور سے کھولا اور بند کیا کہ معلوم ہوتا تھا ابھی کمرہ میں داخل ہوا ہے۔ آواز سن کر سب آدمیوں نے کان کھڑے کر لیے۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو شمع کی دھندلی روشنی میں ایک متناسب الاعضا خوش پوش آدمی جس کی صورت سے رعب برستا تھا۔ اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ اس کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ اور صورت کہہ رہی ہے کہ اسے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ کپڑوں میں جا بجا کیچڑ کے داغ لگے ہوئے تھے۔ اور پھوس کے تنکے اس کے بالوں اور مونچھوں میں اُلجھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ڈمارگا نے ان لوگوں سے مصیبت و پریشانی کی کیسی ہولناک فرضی داستان بیان کی ہوگی۔ اس نے کہا۔ میں دراصل ایک خاندانی رئیس ہوں۔ ایک دوست کی بے وفائی سے سب زر و مال ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب قرضخواہ ناک میں دم کر رہے ہیں۔ اور فارق ایک لمحہ کو چین نہیں لینے دیتے۔ بمشکل ان سے پیچھا چھڑا کر دریا اور ندیاں تیرتا جنگلوں کی خاک چھانتا یہاں تک آیا ہوں۔ اگر آپ لوگ کسی طرح مجھے پیرس پہنچا دیں تو یقین ہے۔ اس جگہ بعض دوستوں سے کافی امداد حاصل کر لوں گا اور آپ کی عنایتوں کا معاوضہ زر نقد کی صورت میں پیش کرنے سے دریغ نہ کروں گا۔

ڈامارگا نے یہ داستان کچھ ایسے سوز و گداز سے بیان کی کہ سب کو اس کا یقین ہو گیا۔ کچھ آدمی ہمدردی دکھانے کے خیال سے اور کچھ نفع کی امید پر اس کی مدد کو تیار ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ بتائیے ہم آپ کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ ڈامارگا نے کہا میں فقط اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرا بھیس بدلا کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ کیونکہ اس سے مجھے آپ کے بے دانہ راہداری کے پردہ میں سفر کی سہولت ہوگی آپ لوگوں کے ساتھ کسی دور دراز مقام پر چلا جاؤں گا۔ اور اس شب و روز کی بھگدڑ سے جو پیش آرہی ہے نجات مل جائے گی۔"

تماشہ والوں نے ایک ڈاکو جماعت کی گرفتاری کی اڑتی سی خبر سنی تھی۔ مگر یہ لوگ اپنے دھندے میں اتنے مصروف و منہمک تھے کہ غیر ملک کا دورہ کرتے ہوئے ان باتوں پر زیادہ توجہ نہ دے سکے ایسے حالات میں نہ ان کے دل میں ڈامارگا کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا۔ نہ اس کی داستان سے بدگمانی ہوئی جماعت میں سات آٹھ مرد اور تین چار عورتیں شامل تھیں۔ آخر الذکر کو ڈامارگا سے اور بھی ہمدردی ہوئی وہ کوئی بڑا ہی بے رحم شخص ہوگا۔ جو ایسے مرد شریف پر جس کی مونچھیں اتنی خوشنما و بارعب ہیں اور جسے ایک دوست نے شرمناک دھوکا دیا۔ اس طرح سختی کر رہا ہے۔ چونکہ یہ لوگ دہات میں ایک عام دورہ کر رہے تھے۔ اس لئے ان کو اس بات کی پروا نہ تھی کہ یہاں سے کس طرف روانہ ہونا چاہیے۔ پس ڈامارگا کی اس تجویز پر کہ ہم لوگ چکردار رستے سے پیرس کی طرف ہولیں فوراً رضامند ہو گئے۔ گاؤں میں ان کا پروگرام ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے فیصلہ ہوا کہ صبح سویرے ہی یہاں سے چل دیں۔ مگر روانگی سے پہلے ڈامارگا کا بھیس بدلنا ضروری تھا۔ اس کا عمل فوراً شروع ہوا۔ سب سے پہلے ان بانکی مونچھوں اور خوشنما گلمچھوں کی صفائی ہوئی جن پر ایکٹر عورتیں فریفتہ ہوئی تھیں۔ پھر سر کے بال بھی خشخاشی کر دیے گئے مونچھ کی صفائی نے صورت ہی بدل دی۔ اور اس کے بعد جب مصنوعی بھورے بالوں کی ٹوپی اوڑھا دی گئی۔ تو کوئی اسے پہچان ہی نہ سکتا تھا۔ اب اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اور پرانی وضع کا ایک سوٹ جو کمپنی کے منتظم نے مستعار دیا تھا پہن لیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر باہر آیا۔ تو عجیب مضحکہ خیز صورت نظر آتی تھی۔ لباس ڈھیلا۔ چہرہ چھلے ہوئے آلو کی مانند صاف اور بھورے بھورے روکھے بال دور سے ایسے معلوم ہوتے تھے گویا کڑک مرغی بیٹھی ہے۔ رعب و وجاہت رخصت ہو گئے۔ یہاں تک کہ عورتوں کی نگاہیں بھی اس مرد صورت میں ڈاکو ڈامارگا کی شکل صورت پہچان نہ سکتی تھیں۔ ایک کسان نے اپنا اناج ڈھونے کی گاڑی مستعار دی تھی۔ تماشہ والے ڈامارگا کو ساتھ لئے اسباب سمیت اس پر لد کر سویرے ہی کسی طرف کو روانہ ہو گئے۔ اور ڈامارگا کے زیر ہدایت وہی رستہ اختیار کیا گیا۔ جو اسر

جیلخانہ سے بہت دور لے جاتا جس سے وہ فرار ہوا تھا۔

ڈامارگا کی خوشیوں کا کیا کہنا۔ خشک گھاس میں دبکا ہوا جس وقت وہ سوچ رہا تھا۔ کہ مجھے ان لوگوں سے کس طرح کی مدد لینی چاہیئے۔ تو اسے موجودہ کامیابی کا خواب وخیال بھی نہ تھا۔ ہاں ایک خوف اب بھی دامنگیر تھا۔ یعنی وہ ڈرتا تھا۔ کہ اس جماعت کا کوئی آدمی جو فرانسیسی جانتا ہو۔ اگر پولیس کے جاری کئے ہوئے انعامی اشتہاروں کو دیکھ لیگا۔ تو میرا کیا حال ہوگا۔ یہ لوگ فوراً پہچان لیں گے۔ کہ یہی وہ مفرور قیدی ہے۔ جس کے لئے اشتہار جاری کئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ اس کا صحیح حلیہ اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔ مگر رستہ میں اس نے اپنے ساتھیوں کو کچھ اس طرح باتوں میں لگائے رکھا۔ اور ان کو ایسی ایسی عجیب حکایتیں سنائیں کہ سب کی توجہ ان باتوں پر لگی رہی۔ نہ کسی نے اشتہار دیکھے۔ نہ کسی کو بدگمانی ہوئی اتفاق سے گاڑی چلانے والا فرانسیسی سے نابلد تھا۔ غرض سب حالتیں ڈامارگا کے لئے مفید ثابت ہوئیں اور وہ ہر طرح کے شک وشبہ سے محفوظ رہا۔

باب ۱۳۴

محبت کا انتقام

لیکن سردست اس کو یہیں چھوڑ کر ہم اس جیلخانہ کی طرف چلتے ہیں جس سے وہ فرار ہوا تھا

ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ فینٹ باپ کی ہلاکت کے خوف سے سخت پریشانی کی حالت میں اس کے بے حرکت جسم کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ یاس واضمحلال کی مورت بنی۔ اس کے پاس بیٹھی رہی۔ اس کے بعد پہرہ دار نے زندگی کی علامات ظاہر کرنا شروع کیں۔ باپ کو حرکت کرتے دیکھ کر فینٹ کے دل سے بھاری بوجھ اٹھ گیا۔ شور وغل کی آوازوں سے کئی لوگ بیدار ہو گئے تھے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے اس مقام کی طرف آئے۔ جہاں سنتری اب تک بیہوش پڑا اور فینٹ کا باپ رفتہ رفتہ آنکھیں کھولنے لگا تھا آن واحد میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ڈامارگا فرار ہو گیا کئی آدمی تعاقب میں دوڑائے گئے اور ساتھ ہی انعامی اشتہار چھپانے کا کام بھی شروع ہوا۔ تعاقب کرنے والوں میں سے ایک آدمی اس گاؤں سے بھی گزرا جہاں ڈامارگا تماشہ والوں سے یارانہ گانٹھ رہا تھا۔ مگر ہر شخص نے بے خبری میں یہی کہا کہ اس حلیہ کا کوئی آدمی گاؤں میں نہیں آیا۔

استے میں سنتری کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ فینٹ نے زار زار روتے اور معافی کی التجائیں کرتے ہوئے

اقرار کیا کہ میری ہی سازش سے قیدی فرار ہوا۔ باپ نے بہت ملامت کی۔ اور جس سنتری کو نشہ آمیز شراب پلائی گئی تھی۔ اس نے بھی سخت سست کہا۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی زجرو توبیخ میں حصہ لینا داخل ثواب سمجھا۔ مگر جو ہو چکا۔ اس کا چارہ کیا تھا؟ اب بدنصیب لڑکی کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور اس نے معلوم کیا کہ یہ شخص دعوئے بے گناہی کے باوجود واقعی قاتل تھا۔ چنانچہ افسران جیل نے بیان کیا کہ ڈیم براکٹ نے آج ہی جیل خانہ کے پادری کے سامنے سارے حالات کا اقرار کیا ہے۔ اس سے فینٹ کو یقین ہو گیا کہ وہ اک گا بڑا دھوکہ باز ہے۔ اس نے دبے ہوئے خزانہ اور وادی ایلپس کے قلعہ کا جو حال بیان کیا۔ ضرور وہ بھی فرضی تھا۔ اور اس نے کذب و افترا کا یہ طومار فقط اس لئے باندھا۔ کہ مجھے ورغلا کر اپنا مطلب نکال لے۔ یہ سوچ کر اس بدنصیب لڑکی کو جس قدر رنج و غم ہوا۔ اس کی تفصیل لاحاصل ہے۔ چنچل اور شریر ہونے کے باوجود چونکہ طبعاً نیک اطوار تھی۔ اس لئے ملامت و نفرین کی بوچھاڑ سے پانی پانی ہوئی جاتی تھی۔

داروغہ صاحب بڑے اطمینان سے نرم بستر پر استراحت فرما رہے تھے کہ ناگاہ اس حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ بہت جھلائے۔ اور قہر نہ چلا۔ فینٹ کے باپ پر برسنا شروع کیا۔ کیوں جی سرکاری ملازمت کیا اسی طرح کی جاتی ہے؟ تم تو کہتے تھے رات کے آٹھ بجے تک واپس آجاؤں گا۔ تمہاری گھڑی میں کیا اس وقت آٹھ بجے ہیں؟ تم اگر وعدہ پر آجاتے۔ تو اس لڑکی کو ہرگز ناعاقبت اندیشی کا موقعہ نہ ملتا۔ اسی پر بس ہوتی تو خیر تھی۔ غصہ کے جوش میں فینٹ کے باپ کو یک قلم موقوف کر دیا۔ اور کہا سلامتی چاہتے ہو۔ تو صبح ہوتے ہوتے شہر کی حد سے باہر نکل جاؤ۔ ورنہ پولیس چالان کرے گی۔ غریب نے بہت فریاد کی۔ مگر ایک پیش نہ گئی۔

اس ہجوم ادبار نے بدنصیب فینٹ کو دل شکستہ کر دیا۔ اس خالہ نے بھی جس سے ملنے کو باپ چھٹی لے لیکر گیا تھا۔ بہت لے دے کی۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ میں ایسی خودسر لڑکی سے واسطہ نہ رکھوں گی۔ تمہارا باپ نوکری ڈھونڈنے جا رہا ہے۔ تم بھی جہاں سینگ سمائے ہیں چلی جاؤ۔ نادار باپ اس غریب کو بیٹی کا بوجھ خود ہی اٹھانا پڑا۔ آخر جب کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا تو اس نے ایک بھائی کے ہاں جانے کا ارادہ کیا جو قریباً۔ ۳میل دور ایک قصبہ میں بزازہ کی دوکان کرتا تھا۔ لے دے کر فینٹ کے باپ کی ساری جمع ۱۸ یا ۲۰ پونڈ تھی۔ احتیاج کا سامنا ہے تنگ نہیں تھا۔ لیکن فکر فردا ہر لحظہ دامنگیر تھی۔

ناچار باپ بیٹی ایک ادنیٰ سنتری گاڑی پر سوار ہو کر قصبہ مذکور کی طرف روانہ ہوئے۔ باپ پیہم بیٹی کو سخت ملامت کرتا رہا۔ نہ تم توبہ نہ آج یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ بیچاری فینٹ بہت

رو دی ۔ بار بار اپنی حماقت تسلیم کر کے باپ سے معافی کی التجائیں کرتی تھی ۔ مگر وہ کچھ ایسا شقی القلب تھا
کہ بیٹی کی الحاح وزاری بھی کچھ اثر پیدا نہ کر سکی ۔ اسی طرح بکتے جھکتے آنکھ لگ گئی ۔ مگر فینٹ یاس
و حسرت کی تصویر بنی چپ چاپ کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتی رہی ۔

رستہ میں گھوڑے تبدیل کرنے کے لئے گاڑی ایک سرائے کے آگے ٹھہری ۔ فینٹ کا
باپ اسی طرح بے خبر سو رہا تھا ۔ مگر لڑکی نے سرائے کی دیوار پر ایک اشتہار دیکھا جس پر ڈامارگا کا
نام جلی حرفوں میں درج تھا ۔ اور اس کے تحت میں لکھا ہوا تھا کہ جو اس کو گرفتار کر لے گا ۔ اس کو ایک
ہزار فرینک (قریباً چالیس پونڈ) انعام دیا جائے گا ۔ اشتہار پڑھ کر فینٹ کے دل میں کئی طرح
کے خیالات پیدا ہونے لگے ۔ یہ وقت اس کی محبت کے امتحان کا تھا ۔ اب اسے یہ غور کرنے کا
موقعہ مل گیا ۔ کہ میرے دل میں اس آدمی کی محبت کیا ابھی تک باقی ہے ۔ یا نفرت میں بدل گئی ؟ دل
سے پوچھا ۔ اگر اس وقت ڈامارگا اپنے پہاڑی قلعہ اور بے شمار دولت کا مکمل ثبوت پیش کرے ۔ تو
کیا باپ کا ساتھ چھوڑ کر اس کے ہمراہ چلی جاؤں ۔ یا سب کچھ نظر انداز کر کے باپ کے پاس رہنا اور
اس کی جلی کٹی باتیں سننا منظور کروں ؟

اتنے میں گھوڑے بدلے گئے ۔ اور گاڑی پھر آگے کی طرف چلنے لگی ۔ مگر فینٹ بدستور
چپ بیٹھی ہوئی دل ہی دل میں سوچتی رہی ۔ باپ کی آنکھ کھلی ۔ تو اس نے پھر وہی ملامتوں کی بوچھاڑ شروع
کر دی ۔ فینٹ چپ چاپ سنتی تھی ۔ مگر نہ روئی نہ معافی کی خواستگار ہوئی ۔ اب اس کی صورت سے
پایا جاتا تھا ۔ کہ یہ باتیں اس کے دل پر اثر ہی نہیں کرتیں ۔ باپ اس خاموشی کو بیٹی کی سنگدلی اور لاپروائی
سے منسوب کر کے زیادہ گرمایا ۔ مگر فینٹ کے سکون میں پھر بھی فرق نہ آیا ۔ کچھ دیر بھک کر وہ پھر سو گیا
اور سفر کا باقی حصہ اس کے سوتے میں ہی بسر ہوا ۔

رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل چکی تھی ۔ کہ گاڑی اس قصبہ میں پہنچی ۔ جہاں ان لوگوں کو اترنا
تھا ۔ سرائے تک پہنچتے پہنچتے اور اندھیرا ہو گیا ۔ اس لئے یہی بہتر نظر آیا ۔ کہ ملاقات کل پر ملتوی کی
جائے ۔ رات سرائے میں بسر ہوئی ۔ آخر جب دن نکلا ۔ تو فینٹ کا باپ اکیلا بھائی کی تلاش میں چلا
لیکن مکان پر جا کر معلوم ہوا ۔ کہ وہ ایک دن پیشتر کسی مصروفیت سے پیرس چلا گیا ہے ۔ اور قریباً
ایک ہفتہ وہیں رہیگا ۔ اس شخص یعنی فینٹ کے چچا کی اب تک شادی نہ ہوئی تھی ۔ جاتے ہوئے
وہ اپنی دوکان ایک شاگرد کے حوالہ کر گیا ۔ جو فینٹ کے باپ کو پہچانتا نہ تھا ۔ اب بھائی کی واپسی
تک اس کے مکان میں رہنا بھی دشوار ہوا ۔ پس جب سرائے میں واپس گیا ۔ تو غصہ کا پارہ بہت

چڑھا ہوا تھا۔ وہاں جا کر نافرمانبردار لڑکی کی پھر سے خبر لینی شروع کی کیونکہ اسی کی بدولت ساری پریشانیاں برداشت کرنی پڑی تھیں۔

غریب لڑکی باپ کی ملامتیں کو چپ چاپ سنتی رہی۔ آخر جب غصہ کی جگہ سکون نے لی تو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخری فیصلہ یہ ہوا کہ بھائی کی واپسی تک اسی سرائے میں قیام ہو۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ اس عرصہ میں فنٹ ایک فرمانبردار لڑکی کی طرح باپ کی خدمت گذاری کرتی رہی۔ وہ جب کبھی ملامت کرتا۔ تو یہ نہ اس کی باتوں کا جواب دیتی نہ پہلے کی طرح معافی ہی مانگتی تھی۔ باپ نے سمجھا میں نے لڑکی کا مزاج سمجھنے میں غلطی کی جسے میں اسکی لاپروائی خیال کرتا تھا۔ وہ حقیقت میں شکستہ دلی ہے۔ پس فیصلہ کیا کہ روز روز کی سخت سست باتوں کا سلسلہ موقوف کر دینا چاہیئے۔ اس دن کے بعد اس نے بیٹی کو ملامت کرنا چھوڑ دیا۔ مگر ہر وقت افسردہ و غمگین رہتا تھا۔

انہی دنوں فینٹ کا چچا پیرس کے سفر سے ناکام ہو کر ملول و محزون واپس ہوا۔ آدمی فطرتاً بدمزاج اور تیکھا تھا۔ اس کو فقط روپیہ جمع کرنے کی چاہ تھی۔ ہمدردی کے نام تک سے بے خبر تھا۔ امداد کے بدلے بھائی اور بھتیجی کے سامنے پند و نصیحت کا دفتر کھول بیٹھا۔ واہ۔ خوب حماقت کی۔ اب اپنا کیا آپ بھگت رہے ہو۔ اتنا تو میں کرسکتا ہوں کہ جب تک تمہارے روزگار کی صورت پیدا نہ ہو میرے مکان پر رہو۔ اور جو کچھ برا بھلا میسر ہے۔ کھاتے رہو۔ اس سے زیادہ میرے بس کا نہیں ہے۔ باپ بیٹی نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور سرائے سے اس کے مکان پر اٹھ گئے۔

فینٹ کا باپ اب شب و روز ملازمت کی تلاش میں پھرتا مگر کہیں کامیابی نہ ہوتی۔ انہی دنوں معلوم ہوا۔ ایک دوکان کا مال و اسباب قابل فروخت ہے۔ دوکاندار اس کے پچاس پونڈ مانگتا تھا اور یہاں اخراجات کے بعد فقط پندرہ پونڈ باقی رہ گئے تھے۔ بھائی سے ذکر آیا۔ تو کہنے لگا میں کس برتے پر مدد کروں؟ پہلے ہی صد ہزار مشکلوں میں پھنسا ہوا ہوں۔ گویا روزی کمانے کا یہ موقعہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

باپ بیٹی کو یہاں آئے قریباً دس دن ہو گئے تھے۔ کہ ایک روز سہ پہر کو فینٹ افسردہ و پریشان خاطر شہر سے نکل کر کھیتوں کی طرف چلی۔ غم اس بات کا تھا کہ رشتہ داروں کے لئے ہماری موجودگی بمنزلہ بار ہے۔ مگر ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ محنت مزدوری کی کوئی صورت ہو۔ تو میں بالکل دریغ نہ کروں مگر افسوس وہ بھی نہیں ملتی۔ ایک روز پہلے وہ کئی دوکانوں میں سلائی کے کام ڈھونڈنے گئی تھی

مگر ہر جگہ انکار ہوا۔ دو تین مقامات پر مالکوں یا ان کے محرروں نے اس کی طرف بیہودہ نظروں سے دیکھا اور
گندے الفاظ کہے۔ جنہیں سن کر زینب کا چہرہ مارے شرم کے سرخ ہو گیا۔ اور ایک جگہ تو کسی بیباک
نے ایسی آوارہ گوئی کی کہ وہ آنسو ضبط نہ کر سکی۔ انہی فکروں میں سر بازار چل رہی تھی کہ خیال آیا۔
میری غمگینی لوگوں کی نظریں کھینچ رہی ہے۔ ان کی نگاہوں سے بچنے کو بیرون شہر کھیتوں کی طرف چل
دی۔ اور اس جگہ ایک تنہا مقام میں درختوں کے نیچے بیٹھ کر پہلے جی کھول کر رو دی۔ پھر آنکھیں پونچھ
کر سوچ میں پڑ گئی۔

ہم لکھ چکے ہیں زینب قبول صورت تھی۔ ایسی منہ لگتی جوان لڑکی کو جس کی خطا ارادی نہیں
بلکہ ناعاقبت اندیشانہ ہو۔ اس طرح پریشان حال دیکھ کر واقعی افسوس ہوتا تھا۔ مگر اس غم کا چارہ کیا؟
وہ محسوس کرتی تھی کہ باپ فقط میری وجہ سے تباہ ہوا ہے۔ اور میں ہی اس کی تمام مصیبتوں کا باعث
ہوں۔ کئی روز سے ایک عجیب خیال اس کے ذہن میں پختہ ہو رہا تھا۔ وہ اس پر عمل کرنے کا ارادہ
بھی کر چکی تھی۔ مگر کامیابی محض اتفاقات پر منحصر تھی۔

قریباً آدھ گھنٹہ اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے گذر گیا۔ اور وہ اس جگہ سے اٹھا چاہتی تھی کہ
ناگاہ کسی کے پاؤں کی چاپ سن کر ٹھہر گئی۔ نظر اٹھائی تو ایک اجنبی دکھائی دیا۔ دراز قامت، چہرہ صاف
سر پر مصنوعی بھدے بال اور ان کے اوپر چیتھڑے کناروں کی ہیٹ لگی ہوئی تھی۔ لباس ادنیٰ جس
کی ساخت ظاہر کرتی تھی کہ اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔ قمیص بھی میلی اور چہرہ پر ادبار و نحوست
کے آثار نمودار تھے۔ ناظرین یہ شخص ڈمار گاہی تھا جو تماشہ والوں کے ساتھ اسی دن صبح کو اس قصبہ
میں وارد ہوا تھا۔ رات کو ان لوگوں کا پہلا کھیل تھا۔ اس لئے سب آدمی تیاری کر رہے تھے۔ مگر
ڈمار گا ناٹک میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ محض پردوں کے پیچھے کچھ کام کیا کرتا تھا۔ دن کو وہ اس خیال
سے پرے پرے رہتا کہ مبادا کوئی جاسوس اسے شکل میں پہچان لے۔ اب بھی اپنے ساتھیوں کو اس سرائے
میں چھوڑ کر جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس خیال سے باہر نکلا کہ دن کسی باغ میں گذار دے۔ اور
جب رات ہو۔ تو پھر ان سے جا ملے۔ مگر جب کھیتوں میں سے گذر رہا تھا تو ایک جوان عورت کو گھاس
پر بیٹھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ اسے دیکھتی۔ جھٹ پہچان گیا کہ زینب ہے! اسے دیکھتے
ہی خیال آیا کہ یا تو حالات سے مجبور ہو کر یا عشق کی خاطر میری تلاش میں گھر سے نکلی ہے۔ چونکہ آدمی
خود پسند تھا۔ اس لئے ظن آخر غالب ہوا۔ اس کا اسے بھولے سے بھی خیال نہ آیا کہ شاید بیٹی کی
ناعاقبت اندیشی سے باپ کو فوت ہو گیا ہے۔ اور یہ اس کے ساتھ یہاں آئی ہے بہر حال وہ

فوراً اس کے سامنے نہیں آیا بلکہ یہ معلوم کرنے کو تھوڑی دیر چپ چاپ کھڑا رہا۔ کہ دیکھوں مجھے پہچانتی بھی ہے؟ فینٹ نے ایک بار اسکی طرف دیکھا۔ پھر آنکھیں پھیر لیں۔ اسے گمان تک نہ تھا کہ یہ خوبصورت ڈاماڈر کی صورت وہی شکیل وجیہ ڈاکو سردار ہے جس نے چند گھنٹوں میں اس کے دل پر وہ اثر پیدا کیا تھا۔ جو شاید کئی مہینوں یا برسوں میں ظاہر ہوتا۔

ڈامارگا نے چاروں طرف دیکھا۔ فینٹ اس جگہ تنہا بیٹھی ہوئی کچھ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ چہرہ سے پریشانی کے آثار نمودار تھے۔ ڈامارگا کو یہ حالت دیکھ کر یقین ہوگیا۔ کہ میری خاطر یا تو خود گھر چھوڑ کر چلی آئی ہے۔ یا اس کے باپ نے گھر سے نکال دیا ہے۔ لڑکی خوبصورت تھی۔ اس لئے ڈامارگا نے سوچا۔ کہ اگر اس کو داشتہ بنا کر رکھا جائے تو خوب ہوگا۔ مخفی نہ رہے کہ سچی محبت کا اس کے دل میں شائبہ تک نہ تھا۔ وہ تو محض اسکی خوبصورتی پر فریفتہ ہوا تھا۔

آہستہ چلتے ہوئے پاس آکر اس دلکش آواز میں، جو قدرت نے اس کو عطا کی تھی۔ نرم لہجہ میں کہنے لگا "پیاری فینٹ۔ کیا اس بندہ ناچیز کو پہچانتی ہو؟"

اس آواز کو سن کر فینٹ اس طرح چونکی کہ گویا لمبی گھاس میں چھپے ہوئے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ موٹی سیاہ آنکھیں ڈامارگا کے چہرہ پر جم گئیں پہلے اسکے چہرہ پر خوف ظاہر ہوا۔ مگر فوراً اس کی جگہ تبسم نے لے لی۔ اٹھ کر حیرت و خوشی کے لہجہ میں کہنے لگی "اوہ! کیا ممکن ہے!... سچ مچ آپ ہیں!"

"فینٹ۔ فینٹ۔ تیرا آشفتہ حال عاشق تیرے سامنے کھڑا ہے۔" ڈامارگا نے جواب دیا "تیری محبت اس کے دل سے شمہ بھر کم نہیں ہوئی۔" اور یہ کہتے ہوئے اپنے بازو اس کی کمر میں ڈالے

"کاش یہ وعدہ محبت سچا ہوتا۔" فینٹ نے جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اور اس کے چہرہ کو اس طرح بغور دیکھنے لگی۔ گویا یہ جاننے کی کوشش کرتی تھی۔ کیا اب بھی اس کے لفظوں کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

"پیاری میرا عشق صادق ہے۔" ڈامارگا نے جوش سے کہا "مگر بتاؤ کیا میرے الفاظ سے تم کو بھی خوشی ہوتی ہے؟ کیا میری تلاش ہی میں یہاں آئی ہو؟"

"یہ سچ ہے کہ میں آپ ہی کو ڈھونڈتی اس شہر تک آئی ہوں۔" فینٹ نے جواب دیا "تھک کر اداس ہوگئی تھی۔ کہ دفعتاً ناگاہ آپ کی صورت نظر آئی۔"

"معلوم ہوگیا یہ میرے جذبۂ صادق کا اثر تھا۔" ڈامارگا نے خوش ہو کر کہا "مگر فینٹ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو۔ کہ میں اس رات تم کو چھوڑ کر بھاگ گیا...؟"

"ناراض! بالکل نہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "مجھے اس بات کی سچی خوشی تھی۔ کہ آپ جیلخانہ سے بچ کر نکل آئے۔ گو اس خیال سے رنج بھی تھا..."

"آہ! میں سمجھ گیا۔" ڈاکو سردار نے فینٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر پیار کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رنج اس خیال سے ہوا کہ میں تنہا بھاگ آیا۔ اور تم کو ساتھ نہ لے سکا۔ مگر فینٹ۔ سچ کہتا ہوں۔ اس دن سے میری طبیعت سخت پریشان تھی۔ کیسی کیسی طرح کے خوفناک خیالات دل میں پیدا ہوتے تھے۔ نامعلوم تمہارے والد کتنے خفا ہوئے ہونگے۔ اور تم پر کس درجے سختی کی ہوگی..."

"وہ ضرور ایسا کرتے۔ مگر میں اسی دن وہاں سے بھاگ نکلی۔" فینٹ نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہاں رہتی تو ضرور مجھے جان سے مار دیتے۔ اس لیئے گھر بار چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور اسی دن سے آوارہ و بے خانماں پھر رہی ہوں..."

"مگر سچ کہنا۔ کیا ہر وقت یہ امید دامنگیر نہ تھی کہ شائد دلدار سے میل ہو جائے۔" ڈاماگا نے پوچھا

فینٹ کے چہرہ پر رونق آگئی۔ بولی۔ "آہ یہ امید شامل حال نہ ہوتی تو میں کیا ان مصیبتوں کا مقابلہ کر سکتی۔ جو میں نے گھر چھوڑ کر برداشت کی ہیں؟ سچ جانیئے یہ آنکھیں آپ کی راہ تکتے پتھرا گئیں"

"پیاری پیاری فینٹ!" ڈاماگا نے اسے چھاتی سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم جو میرے دل کی مالک ہو۔ تمہارے بغیر میری اپنی زندگی بڑی مصیبت سے بسر ہوتی تھی۔"

"تو کیا آپ کو بھی کچھ سچی دوستی ہوئی ہے؟" فینٹ نے رفتہ رفتہ اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے کہا

"واہ! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟" ڈاماگا نے کہا۔ "تم مجھے اس بھیس میں دیکھکر حیران ہوگی۔ مگر سچ جانو۔ میں نے تعاقب سے بچنے کے لیئے یہ صورت نہیں بنائی۔ بلکہ میں ہر طرح کے خطروں کا مقابلہ کر کے پھر اسی مقام پہ جانا چاہتا تھا۔ جہاں تم جیلخانہ میں رہتی تھیں۔ اور قصد تمہیں اپنے ساتھ لانا تھا۔"

"اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بھی مجھ سے کم محبت نہیں۔" فینٹ نے خوش ہو کر کہا۔ "کیا اس وقت آپ مجھی کو تلاش کرنے جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تم نے خوب سمجھا۔" ڈاماگا نے جواب دیا۔ "لیکن اچھا ہوا کہ ہم ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور اب کسی حال میں جدا نہ ہوں گے۔ کیوں پیاری؟"

فینٹ نے اپنی مست کالی آنکھیں سیاہ کار مجرم کے چہرہ کی طرف اٹھائیں۔ پھر فرش زمین کی طرف جھکالیں۔ اس کے رخساروں پر شرم کی سرخی پھیل گئی اور شرما کر کہنے لگی "کیا آپ مجھسے

شادی کریں گے؟"

"یقیناً" ڈامارگا نے جواب دیا "میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کو حرف بحرف پورا کروں گا مگر ہاں میرے بعد جیل کے آدمیوں نے میری مذمت تو نہیں کی تھی؟ وہ تم سے میرے خلاف کچھ کہتے تو نہیں تھے؟..."

"آپ کے جدا ہو کر میں اتنی پریشان تھی کہ کسی کی باتوں پر توجہ نہ دے سکی" فینٹ نے جواب دیا "وہ رات تو جس طرح ممکن تھا جیل خانہ میں بسر کی۔ مگر دوسرے دن سویرے ہی اپنے زیور اور تین چار سو فرانک جو میں نے بڑی کفایت سے جمع کئے تھے ساتھ لے کر بھاگ آئی..."

"اچھا تو یہ چیزیں تم نے کہاں رکھی ہوئی ہیں؟" ڈامارگا نے دل ہی دل میں خوش ہو کر پوچھا اور اس بات کا ارادہ کر لیا کہ اب ناٹک والوں کا ساتھ چھوڑ کر فینٹ سے رنگ رلیاں منانی چاہئیں

"روپیہ اور زیور اسی مکان میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو میں نے عارضی سکونت کے لئے اس شہر میں لیا تھا" فینٹ نے جواب دیا "سچ جانئے میں بڑی کفایت شعاری سے اوقات بسر کرتی رہی ہوں۔ کیونکہ نہیں جانتی تھی آپ سے کب تک ملنا ہو..."

"تم نے بہت اچھا کیا کہ روپیہ اور زیور ساتھ لے آئیں" ڈامارگا نے کہا "اب ہم بہت جلد اس ملک سے رخصت ہو جائیں گے۔ اور سوئٹزرلینڈ میں جا کر شادی کریں گے۔ مگر ہاں تم میرے ساتھ چلنے کو کب تک تیار ہو جاؤ گی؟"

"آہ! کیا سچ مچ آپ مجھے ساتھ لے جائیں گے؟" فینٹ نے کہا "آپ کی عنایتیں واقعی مجھ کو مغلوب کر رہی ہیں..."

"فینٹ کیا تم میرے بیان پر شک کر سکتی ہو؟" ڈامارگا نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس کے خوشنما چہرہ کو نظر شوق سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا میرے لئے یہ بیان کرنے کی حاجت ہے"

"نہیں میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں" فینٹ نے جواب دیا "میری تیاری قریباً ایک گھنٹہ میں مکمل ہو جائے گی..."

"اور اس کے بعد مجھ سے آملو گی" ڈامارگا نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا "میرے خیال میں ہماری ملاقات کے لئے یہی مقام بہتر ہو گا۔ اس لئے میں اسی جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔ مگر دیکھو بڑی احتیاط سے کام لینا۔ اور کسی سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا"

"اطمینان رکھئے کہ اسی طرح ہو گا" دوشیزہ نے جواب دیا "سردست الوداع" فینٹ نے

ب میرا یہیں انتظار کریں گے۔"

"دیکھو فینٹ بھول مت جانا۔"

"میں ایک گھنٹے کے اندر اندر آپکے پاس آجاؤں گی۔" اتنا کہہ کر اس نے ڈامارگا سے ہاتھ ملایا یلی گئی۔

شہر میں داخل ہو کر وہ چچا کے مکان پر گئی۔ دیکھا کہ باپ لالٹ پاس میں سر جھکائے بیٹھا ہے۔

فینٹ کو دیکھکر کہنے لگا۔ "کہ سر ماری ماری پھرتی ہو؟ فینٹ میں اس آوارگی کو بالکل ناپسند ہوں۔ چند دن سے یہ حال رہا۔ تو ضرور کوئی نئی آفت پیدا کروگی۔"

"نہیں ابا۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہ ہوگی۔" فینٹ نے جواب دیا۔

"بہرحال تم کو چاہیئے کہ اپنے لئے کہیں ملازمت کا انتظام کرو۔" باپ نے کہا۔ "آوارہ پھرنے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ میں بھی اپنے لئے ملازمت کی فکر کر رہا ہوں۔ کیونکہ دیکھتا ہوں۔ تمہارے ہمارے ہی کھانے کی دوبھر ہو رہی ہے۔ فینٹ۔ فینٹ تہیں نے مجھ کو اس طرح تباہ و برباد کیا ہے!"

"ابا خدا کے لیے اتنے مایوس نہ ہو۔ آپ ایک دوکان خریدنے کا ذکر کر رہے تھے۔۔۔"

"بس رہنے دو۔" موقوف شدہ پہرہ دار نے غصہ سے کہا۔ "پلے کوڑی نہیں اور تو دوکان کے ب دیکھتی ہے۔ وہی مثل ہوئی۔ سوت نہ کپاس اور کوہلی سے لٹھم لٹھا۔"

"مگر کیا اتنا روپیہ حاصل کرنا ممکن نہیں جس سے دوکان خریدی جائے؟" فینٹ نے پوچھا۔

"بس ایک صورت ہے یعنی کوئی ایسی ترکیب آجائے جس سے ٹھیکریوں کے روپے بن جائیں"
ے یاس آمیز لہجہ میں کہا۔

"سنو ابا جیسی طرح میں کہتی ہوں کیجیے۔" لڑکی نے کہا۔ ساتھ ہی باپ کے چہرہ کو معنی خیز نظروں سے
ا" بتایئے۔ کیا آپ میری ہدایت پر چلنا منظور کریں گے؟"

"نادان لڑکی۔ نہیں معلوم تو کیا کہہ رہی ہے۔" اس کے باپ نے جواب دیا۔ مگر اپنے دل میں یہی
ا کہ ضرور اس کا دماغ چل گیا ہے۔

"بس سوالات نہ پوچھیے۔ بلکہ جیسے میں کہوں اس کے مطابق کرتے جایئے۔" فینٹ نے بڑی
رگی سے کہا۔

"اچھا تو کیا کروں؟" باپ نے پوچھا۔

"پہلے ایک مضبوط رسے کا انتظام کیجیے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "اس کے بعد نصف گھنٹہ

تک ان درختوں میں چھپ جائیے جو بازار کے سرے پر نظر آتے ہیں۔ اس جگہ میرے اشارہ کا انتظار کیجیے۔ اور جب میں بلاؤں تو جھٹ اندر چلے آئیے۔"

"نادان لڑکی یہ کیا بہک رہی ہے؟" باپ نے غصہ میں بھر کر کہا "میں سمجھا تھا فکر معاش میں کوئی نیک مشورہ دے گی۔ مگر تو کچھ عجیب طرح کا مذاق کر رہی ہے۔"

"مہربانی سے جو میں کہتی ہوں اس پر عمل کیجیے۔" فینٹ نے جواب دیا "مجھے یقین ہے آپ نتیجہ سے ہر طرح مطمئن ہوں گے۔ اتنا تو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ میں آپ سے مذاق نہیں کر سکتی۔"

"اچھا تو لاؤ جو کہتی ہو۔ کرتا ہوں۔" باپ نے مجبور ہو کر کہا "یہی کہتی ہو ناکہ ایک مضبوط رسہ کے اس وقت تک درختوں میں چھپا رہوں جتنے کہ تم آواز دو۔ اور گو یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی"

"بہر حال آپ بہت جلد معلوم کر لیں گے۔ کہ جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ آپ ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔" فینٹ نے کہا "اگر آپ میرے کہنے پر چلیں گے تو ضرور خوش ہوں گے نہ مانیں گے تو افسوس کرنا پڑے گا۔"

اتنا کہہ کر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر کمرہ سے چلی گئی۔ خوابگاہ میں جاکر روزانہ ضرورت کی بعض چیزیں جمع کیں۔ اور انہیں اس طرح کے ٹوکرے میں رکھ لیا جس میں بازار سے سودا سلف لاتے ہیں پھر اس ٹوکری کو ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئی۔ رستہ میں شراب خانہ تھا۔ اس سے شراب کی ایک بوتل خریدی۔ اور اُسے بھی ٹوکری میں رکھ لیا۔ اور آگے ایک دوا فروش کی دوکان پر گئی۔ اور کسی تیز چیز کی شیشی لی۔ اسے بھی ٹوکری میں رکھ کر بیرون شہر کی طرف ہولی۔ ایک ایسے مقام پر جہاں تنہائی تھی تھوڑی دیر ٹھیر کر اس نے شراب کی بوتل کھولی۔ تھوڑی شراب فرش زمین پر گرا دی۔ اور وہ چیز جو دوا فروش کے ہاں سے لی تھی۔ شراب میں شامل کی۔ یہ کر کے وہ اس مقام کی طرف ہولی۔ جہاں ڈامارگا سے ملنے کا وعدہ تھا۔ ڈامارگا پہلے ہی اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔

اُسے دیکھ کر فرط شوق سے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔ "پیاری فینٹ شکر ہے تم آگئیں۔" پھر ٹوکری کی طرف دیکھ کر بولا "معلوم ہوتا ہے۔ سب تیاری مکمل کر کے آئی ہو؟"

"میں سارا سامان ساتھ لے آئی ہوں۔" فینٹ نے جواب دیا۔ "غالباً میری وجہ سے آپ کو بہت انتظار نہیں کرنا پڑا۔ لیکن یہ بتائیے اب کس طرف چلیں اور سفر کا انتظام کیسے ہو؟"

"فینٹ اس کا بہتر جواب تم آپ دے سکتی ہو۔" ڈامارگا نے کہا "سردست میری جیب بالکل خالی ہے۔ البتہ سوٹر زمینڈ پہنچ کر . . . مگر ہاں تم نے جو کہا تھا کہ میرے پاس چند سو فرانک جمع ہیں

"بے شک ہیں۔" فینٹ نے جواب دیا۔ اور پھر بھولے پن سے کہنے لگی "مگر یہ رقم کیا سوئٹزرلینڈ کے سفر کے لئے کافی ہوگی؟"

"کیوں نہیں۔" ڈامارگا نے جلدی سے کہا۔ اور اس کے بعد فینٹ کی صحیح مالی حالت معلوم کرنے کے لئے کہنے لگا "میرے خیال میں چلنے سے پہلے معلوم ہونا چاہئے۔ کہ تمہارے پاس کتنا روپیہ جمع ہے۔ آؤ ذرا بیٹھ کر حساب کریں۔"

فینٹ بیٹھ گئی۔ اور ڈامارگا بھی صحیح عاشقانہ انداز سے اس کے پہلو میں جم گیا۔ لڑکی نے ٹوکری گود میں رکھ کر مختلف چیزیں نکالنی شروع کیں۔ گویا نیچے سے نقدی اور زیور نکالنا چاہتی ہے۔ مخفی نہ رہے کہ فرانس میں غریب عورتیں بھی تھوڑا بہت زیور ضرور اپنے پاس رکھتی ہیں۔

مگر جب فینٹ ٹوکری کا سامان نکال رہی تھی تو ڈامارگا کی نظر اس بوتل پر جا پڑی جس میں دوا آمیز شراب تھی۔ اسے دیکھ کر کہنے لگا "کیوں بھلا۔ اس میں کیا ہے؟"

"شراب ہے۔" فینٹ نے جواب دیا "اس خیال سے لیتی آئی تھی۔ کہ پیدل چلے تو رستہ میں تازہ دم ہونے کو اس کی ضرورت ہوگی۔"

"شراب! اوہو۔ یہ تو واقعی تم نعمت لائی ہو۔" ڈامارگا نے خوش ہو کر کہا۔ کیونکہ میں پیاس سے سخت بے تاب ہوں۔"

"نوازش ہے۔ کہ آپ مجھ ناچیز کی اتنی عزت افزائی کرتے ہیں۔" فینٹ نے مسکرا کر کہا۔ اور یہ کہتے ہوئے بوتل نکال کر ڈامارگا کے ہاتھ میں دے دی۔

پھر کہنے لگی "معاف کرنا بہت اعلیٰ چیز نہیں ہے۔ دراصل عمدہ شراب پر بہت روپیہ خرچ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔"

"فینٹ تم بہت سیانی لڑکی ہو۔" ڈامارگا نے کہا۔ "لاؤ اس سے پہلے پیار کی خوشی میں بھرا ہوا جام پئیں۔" یہ کہتے ہوئے ڈامارگا نے بوتل ہی کو منہ لگا لیا۔ اور چونکہ واقعہ میں پیاسا تھا اس لئے ایک گھونٹ میں بڑی مقدار پی گیا۔ فینٹ اس کے چہرہ کو نظر غور سے دیکھتی رہی۔ اس کی نگاہوں میں امید و بیم کا عجیب اشتراک تھا۔

شراب پی کر ڈامارگا نے عجیب طرح کا منہ بنایا۔ ایک دو بار کچھ حرکت کی۔ پھر بے اختیار بوتل ہاتھ سے گر گئی۔ اور باقی شراب فرش زمین پر بہنے لگی۔ فینٹ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور اس خیال سے دو چار قدم پیچھے ہٹی۔ کہ حالت یاس میں وار نہ کرے۔ ڈامارگا کے چہرہ پر خوفناک آثار

ملفوف ہوئے۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا گیا۔ "اف۔ دغا! دغا!" اس کے منہ سے نکلا، اور وہیں درخت کے نیچے بیہوش ہو گیا۔

"یہ سبق ہے جو تم نے مجھ کو سکھایا تھا۔" فینٹ نے اس کو بیہوش ہوتے دیکھ کر کہا۔ پھر جلدی سے آواز دی۔ "ابا۔ ابا جلد آؤ۔"

باپ منتظر کھڑا تھا۔ فوراً آ گیا۔ ایک اجنبی کو فرش زمین پر بے حرکت پڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی پہلے خیال آیا شاید مر گیا ہے۔ اسی لئے بیٹی کی طرف نظر تعجب سے دیکھا۔

مگر وہ کہنے لگی۔ "ابا یہ آدمی مرا نہیں۔ صرف بیہوش ہے۔ غور سے دیکھئے کیا یہ وہی ڈاہارگا نہیں ہے جس کی بدولت ہم پر ساری مصیبتیں نازل ہوئی تھیں؟ اچھا اب اسکی مشکیں کس کیجئے۔ اور خوب مضبوط باندھئے کہ دوبارہ فرار نہ ہو سکے۔ چونکہ آپ نے اس کو پکڑا ہے۔ اس لئے آپ ہی اس انعام کے مستحق ہیں جو اسکی گرفتاری کے لئے مشتہر کیا گیا تھا۔ غالباً اب تو آپ ضرور وہ دکان خرید سکیں گے؟"

فینٹ کا باپ مسرت وحیرت کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر ڈاہارگا کے بے حرکت جسم کو دیکھتا رہا۔ پھر جلد جلد اسکی مشکیں باندھ لیں۔

فارغ ہو کر کہنے لگا۔ "پیاری فینٹ آ۔ میرے گلے لگ جا۔ عزیز لڑکی میں تیرا احسان کبھی نہ بھولوں گا آج تو نے اپنی خطاؤں کی تلافی کر دی اب آئندہ کبھی تم سے حرف ملامت نہ کہوں گا۔ بلکہ سچ پوچھو تو جو کچھ ہوا وہ ہماری بہتری کے لئے تھا۔ کیونکہ اس شخص کی گرفتاری کا انعام پا کر ہم اتنے مالدار ہو جائیں گے جتنے عمر بھر ملازمت کر کے نہ ہو سکتے تھے۔"

اس نے فینٹ کو گلے لگایا۔ مگر وہ حسرت و یاس کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اسے غمگین و افسردہ دیکھ کر باپ نے کہا۔ "عزیز لڑکی اب کیا غم ہے؟ اب کیوں اداس نظر آتی ہو؟"

"پیارے ابا" فینٹ نے گری ہوئی آواز سے جواب دیا۔ "آج میں نے وہ کام کیا ہے جس نے ہمیشہ کے لئے میری راحت کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے روپیہ کے لالچ میں ایک بدنصیب انسان کو حوالہ موت کیا ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ میں پھر کبھی خوشی کا منہ دیکھ سکوں۔ مانا کہ وہ مجرم اور گنہگار ہے۔ یہ بھی سہی کہ اس نے قتل کی وارداتوں میں حصہ لیا۔ مگر سچ جانئے اگر ان مصیبتوں کا خیال دامنگیر نہ ہوتا۔ جو آپ کو میری بدولت جھیلنی پڑی ہیں۔ تو میں ہرگز ایسا نہ کرتی۔ میں نے اس بدنصیب سے دغا کیا ہے۔ اور وہ لاکھ برا ہو۔ میری حالت اس سے زیادہ قابل نفرین ہے۔ واقعی دغاباز کا گناہ قاتل کے جرم سے زیادہ سنگین ہے۔ کیونکہ یہ دشمن پر وار کرتا ہے۔ اور وہ دوست پر۔ اس وقت مجھے خود اپنی ذات سے نفرت ہے۔ ہاں اتنا غنیمت ہے کہ آئندہ آپ کی ملامتوں سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے جب سے اس شخص کے متعلق انعام کا اشتہار

دیکھا تھا۔ تبھی سے یہ تجویز ذہن میں سما گئی تھی۔ شب در دیکھ کو سوں نے دماغ میں ہیجان کر دیا۔ اثنائے راہ میں میں نے سوچا۔ کہ اگر یہ آدمی دوبارہ مل جائے تو اس کو گرفتار کر کے پہلی فروگذاشت کی تلافی کر دوں۔ خیر یہ آرزو پوری ہو گئی۔ اب امید ہے آپ کی زندگی آرام سے بسر ہو گی۔ سنئے کسی گاڑی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ٹھہریئے میں ابھی آتی ہوں۔

اتنا کہہ کر وہ درختوں سے باہر نکلی۔ باپ اس کی تقریر سے اتنا متعجب تھا۔ کہ جواب میں ایک حرف تک نہ کہہ سکا۔ ایک قیمتی شکار اس کے ہاتھ آ چکا تھا۔ اور دنیا میں ایسا بے غرض کون ہے جو ہاتھ آئی دولت چھوڑ دے۔ فینٹ کے جانے پر اس نے جھک کر بغور دیکھا۔ ڈامارگا کا جسم اچھی طرح جکڑا ہوا تھا۔ باہر سڑک پر کسی نانبائی کی گاڑی چلی آ رہی تھی۔ فینٹ نے اُسے روکا۔ اور ڈامارگا کو اسی بیہوشی کی حالت میں لاد کر جیلخانہ بھیجدیا۔ جب اس بدنصیب کو ہوش آیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو حجرہ تاریک میں زنجیر و سلاسل میں بندھا پایا۔ مگر یہ قید ایسی تھی جس سے رہائی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو سکتی تھی۔

داستان کے اس حصہ کو ختم کرنے کی غرض سے ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ فینٹ کے باپ نے ڈامارگا کی گرفتاری کے انعام کا دعوئے پیش کیا۔ اور وہ رقم اس کو مل گئی۔ اس روپیہ سے اس نے وہ دوکان خریدلی جس کی بہت دن سے خواہش تھی۔ اور اب اس کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ فینٹ ابھی تک زندہ ہے۔ مگر پہلے وجود کا محض سایہ نظر آتی ہے۔ رنگت زرد جسم لاغر اور ضعف جانی غالب ہو چکا ہے اس کے اُداس چہرہ پہ تبسم کی جھلک کبھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ باپ کے گھر میں رہتے ہوئے وہ اس زندگی میں ہی مر چکی ہے۔ ڈامارگا کی گرفتاری پر اس نے جو الفاظ کہے تھے۔ وہ حرف بحرف صحیح نکلے۔ یعنی اس دن کے بعد وہ غریب کبھی خوش نہیں دیکھی گئی۔

ڈیم راکٹ نے سرکاری گواہ بن کر جو اقبالی بیان دیا تھا۔ اس کی بدولت ڈامارگا کے علاوہ کئی اور آدمی جرم قتل میں گرفتار ہوئے۔ بہت دنوں ان کے مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی لیکن آخر کار سب کے خلاف جرم ثابت ہوا۔ ڈامارگا اور اس کے چند ساتھیوں کا گلوٹین کے ذریعہ سر قلم کیا گیا۔ مگر ڈیم راکٹ اور باقی رہزنوں پر چونکہ قتل عمد کا الزام ثابت نہ ہوتا تھا۔ اس لئے ان کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں۔ اور اس طرح پہ وہ سارے آدمی جو فرانس کے جنگل میں قتل و غارت کیا کرتے تھے۔ کیفر کردار کو پہنچے۔

بیسویں جلد ختم ہوئی

فسانہ لندن

رینالڈس کے ہوشربا ناول مسٹریز آف لندن کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے قلم سے

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ اور عبرت خیز ہے قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے معین کئے ہیں اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دو سڑکوں پر ایک ہی منزل مقصود کامیابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گذار اور پر شور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جابجا آسائش فرودگاہیں موجود ہیں دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کیلئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔

۱۷ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۳۴۸ صفحوں سے زیادہ قیمت ۵ محصولڈاک الگ۔

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں حصہ اول کی قیمت ۸ اور باقی ہر حصہ کی ۶ علاوہ محصولڈاک ہے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے سحر کار ناول مسٹریز آف لندن کے دو سلسلے ہیں۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے تسلیم کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر دلچسپی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے۔ کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی اور آدمی میں فیاضی اور شرافت کا جوہر موجود ہو اور خدا اسے نیکی کی توفیق دے تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کیلئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔ ۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۲۶۴۸ صفحوں سے زیادہ قیمت ۵ محصولڈاک الگ

جدا جدا حصے بھی طلب کئے جا سکتے ہیں ہر حصہ کی قیمت ۱۲ علاوہ محصولڈاک ہے